ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

ماهنامه

شمارہ
2
ذوالحجہ، اگست 2020

مضامین

منہاج الحدیث

جھوترہ، شیخوپورہ، پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماھنامہ منہاج الحدیث

چوئنرہ

مدیر: حیدر علی سلفی

نائب مدیر: سید فرخ شاہ

تحقیق و تعمیر

سید انور شاہ راشدی	خرم شبیر السلفی
بابر علی مرالی	حافظ عبد الرحمٰن معلی
رانا راؤف ایڈووکیٹ	محمد عرفان مغل

شمارہ اگست 2020

خط و کتابت

مکتبہ منہاج الحدیث

مقام اشاعت

چونترہ شیخوپورہ

0300-7015212

اس شمارے میں

درس حدیث

وحی کی علامات، وحی کا محفوظ کرنا

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ سورة القيامة آية 16، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا، وَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا، فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ 16 إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْءَانَهُ 17 سورة القيامة آية 1617، قَالَ: جَمْعُهُ لَهُ فِي صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهُ، فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهُ سورة القيامة آية 18، قَالَ: فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ سورة القيامة آية 19، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ، فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ.

موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے حدیث بیان کی، ان کو ابوعوانہ نے خبر دی، ان سے موسیٰ ابن ابی عائشہ نے بیان کی، ان سے سعید بن جبیر نے انہوں نے ابن عباسؓ سے کلام الٰہی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس فرمایا کرتے تھے اور اس کی "علامتوں "میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ ابن عباسؓ نے کہا میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح آپ ہلاتے تھے۔ سعید کہتے ہیں میں بھی اپنے ہونٹ ہلاتا ہوں جس طرح ابن عباسؓ کو میں نے ہلاتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ "ابن عباسؓ نے کہا" پھر یہ آیت اتری کہ اے محمد! قرآن کو جلد جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلاؤ۔ اس کا جمع کردینا اور پڑھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں یعنی قرآن آپ ﷺ کے دل میں جما دینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں "اس کا مطلب یہ ہے" کہ آپ اس کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہو۔ اس کے بعد مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر یقیناً یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو پڑھو "یعنی اس کو محفوظ کرسکو" چناچہ اس کے بعد جب آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ توجہ سے سنتے۔ جب وہ چلے جاتے تو رسول اللہ ﷺ اس وحی کو اسی طرح پڑھتے جس طرح جبرائیل علیہ السلام نے اسے پڑھا تھا۔

صحیح البخاری رقم: 5

اصول حدیث مقدمہ ابن صلاح

شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد
ترتیب: حیدر علی السلفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال نمبر 1 : صحیح حدیث کی تعریف کریں نیز بتائیں کہ **هذا حديث صحيح** اور **هذا حديث غير صحيح** کا کیا مطلب ہے؟

جواب صحیح حدیث میں پانچ شروط کا پایا جانا ضروری ہے جس میں تین وجودی ہیں اور دو عدمی ہیں :

وجودی شرائط

❶ **اتصال السند** : اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے اپنے سے اوپر والے راوی سے براہ راست سنا ہو اور یہ سلسلہ آخر سند تک قائم رہے۔

❷ **عدل الرواۃ** : اس سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی عادل ہوں، ان میں اخلاق اور مروت کے لحاظ سے کوئی خرابی نہ ہو۔

❸ **ضبط الرواۃ** : یہ ضبط دو طرح کا ہوتا ہے :

(ا) **ضبط الصدر** : یعنی سینے میں جو چیز محفوظ ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ آئے نیز بیان کرتے وقت اسے پوری طرح ادا کر دیا جائے۔

(ب) **ضبط النقل** : لکھتے وقت صحیح طور پر لکھا جائے اس میں کسی قسم کی تحریف یا کمی بیشی کو دخل نہ ہو۔

عدمی شرائط :

❶ **عدم الشذوذ** : اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی جب بیان کرے تو اپنے جیسے یا اپنے سے ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرے۔

❷ **عدم العلة** : اسکا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی پوشیدہ کمزوری نہ پائی جائے۔

ان پانچ شرائط کی موجودگی میں کسی بھی حدیث پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں صحت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ حقیقت میں یہ روایت صحیح ہے کیونکہ ثقہ راوی خواہ کتنے ہی پختہ کیوں نہ ہوں بحیثیت انسان غلطی کا امکان باقی رہتا ہے۔

اور محدثین کے قول **ھذا حدیث غیر صحیح** کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں صحت کی شرائط نہیں پائی جاتیں اس سے یہ مقصود ہر گز نہیں ہے کہ در حقیقت وہ روایت صحیح نہیں کیوں کہ زیادہ غلطیاں کرنے والے راوی کبھی کبھی صحیح بات بھی کہہ دیتے ہیں۔

سوال نمبر 2 صحیح حدیث کی کتنی اقسام ہیں نیز "اصح الاسانید" کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب صحیح حدیث کی سات اقسام ہیں:

1. جسے امام بخاری اور امام مسلم نے متفقہ طور پر بیان کیا ہو۔
2. جسے صرف امام بخاری نے بیان کیا ہو۔
3. جسے صرف امام مسلم نے بیان کیا ہو۔
4. جسے امام بخاری اور امام مسلم نے تو بیان نہ کیا ہو لیکن ان دونوں کی شرائط کے مطابق ہو۔
5. جو روایت صرف امام بخاری کی شرائط کے مطابق ہو۔
6. جو روایت صرف امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہو۔
7. امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق نہ ہو البتہ صحیح کی تمام شرائط اس میں پائی جاتی ہوں

اصح الاسانید کا مطلب صحیح ترین سند ہے کسی حدیث کی سند کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ صحیح ترین ہے کیونکہ صحیح کی کئی ایک اقسام ہیں جو صحت کے لحاظ سے مختلف درجے رکھتی ہیں۔ کسی راویت میں کم درجہ کی شرائط صحیح پائی جاتی ہیں لہذا یہ فیصلہ مشکل ہے کہ ہم کسی سند کو اصح الاسانید کہہ سکیں۔

البتہ بعض محدثین نے چند روایات کے متعلق اصح الاسانید ہونے کا فیصلہ دیا ہے ان میں بعض یہ ہیں:

1. زهری عن سالم عن عبدالله بن عمر.
2. محمد بن سیر ین عن عبیده عن علی.
3. مالك عن نافع عن عبدالله بن عمر.
4. اعمش عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود
5. زهری عن علی بن الحسین عن ابیه عن علی.
6. الشافعی عن مالك عن نافع عن ابن عمر.

سوال نمبر 3 کتب حدیث میں صحیح ترین کتاب کونسی ہے۔؟

جواب محدثین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حدیث کی کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب کون سی ہے بعض محدثین نے امام بخاری کی کتاب کو کتب حدیث سے صحیح ترین کتاب قرار دیا ہے جب کہ بعض دوسرے محدثین امام مسلم کی کتاب کے صحیح ترین ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔اس میں شک نہیں ہے کہ حدیث کے موضوع پر سب سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے "مؤطا" لکھی ہے جس میں انہوں نے اس بات کا التزام نہیں کیا کہ تمام صحیح احادیث کو لایا جائے بلکہ اس میں مرسل ، منقطع اور مقطوع روایات بھی شامل ہیں۔البتہ امام بخاریؒ سب سے پہلے محدث ہیں جنہوں نے اپنی کتاب میں اعلیٰ درجے کی صحیح احادیث جمع کرنے کا التزام کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر محدثین کا یہ مقولہ مشہور ہے" **اصح کتاب بعد کتاب اللہ البخاری**"لیکن امام شافعی سے یہ بات منقول ہے کہ وہ امام مالک کی کتاب کو زیادہ درست کہتے ہیں جس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے یہ بات امام بخاری کے کتاب لکھنے سے پہلے کہی تھی اگر وہ امام بخاری کی کتاب کو دیکھ لیتے تو اپنا یہ فیصلہ "مؤطا" کی بجائے "**الجامع الصحیح**" کے بارے میں دیتے۔

اسی طرح جن محدثین نے امام مسلم کی کتاب کو صحیح ترین کہا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ امام مسلم نے خطبہ کتاب کے بعد کوئی ایسی حدیث بیان نہیں کی جو منقطع یا موقوف ہو جب کہ امام بخاری نے تراجم ابواب میں ایسی روایات بیان کی ہیں جو مرفوع یا متصل نہیں ہیں البتہ متن کتاب میں کوئی ایسی روایت نہیں لائے جو ان کے معیار صحت کے مطابق نہ ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ امام مسلم کی کتاب ہر حیثیت سے امام بخاری کی کتاب پر فوقیت نہیں رکھتی۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام کتب حدیث میں امام بخاری کی کتاب کو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور وہ صحیح ترین احادیث کا مجموعہ ہے۔واللہ اعلم

سوال نمبر 4 استخراج کی تعریف کریں اور اس کے فوائد بتائیں۔؟

جواب کسی کتاب میں بیان شدہ احادیث کو اپنی سند سے بیان کرنا استخراج کہلاتا ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا محدث احادیث بیان کرتے وقت اصل مصنف کے کسی استاد کے ساتھ اپنا سلسلہ سند ملا دیتا ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ان بیان کردہ احادیث کو کم سے کم واسطوں سے نقل کرے۔اگر وہ

مصنف کی بیان کردہ سند کو سامنے رکھ کر حدیث نقل کرتا تو اس میں زیادہ واسطے آجاتے ان زیادہ واسطوں سے بچنے کے لئے استخراج کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ کچھ محدثین نے امام مسلم کی کتاب پر استخراج کیا ہے جیسا کہ محدث ابو عوانہ نے "مستخرج علی صحیح مسلم" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اسی طرح ابو بکر الاسماعیلی نے "مستخرج علی صحیح البخاری" تصنیف کی ہے بعض محدثین نے بخاری اور مسلم دونوں کتابوں میں بیان کردہ احادیث کو اپنی سند سے بیان کیا ہے جیسا کہ محدث ابو نعیم الاصفہانی نے **"المستخرج علی الصحیحین"** لکھی ہے۔

فوائد : اس طرح استخراج کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں :

1. **علو اسناد** : محدث کم واسطوں سے حدیث بیان کر کے عالی سند کا اعزاز حاصل کرتا ہے اس سند عالی کو محدثین کے ہاں بڑا مقام حاصل ہے۔
2. **واقعات کی تکمیل** : صحیحین کی بیان کردہ روایات میں اضافے، تتمہ جات اور واقعات کی تکمیل کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔
3. **حل تناقض** : تعارض کے وقت ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینے کے لئے یہ استخراج کام آتا ہے۔

سوال نمبر 5 محدثین کی تعریفات کا حوالہ دیتے ہوئے حدیث حسن کی جامع مانع تعریف کریں؟

جواب علامہ خطابی نے حسن کی تعریف یوں کی ہے کہ "جس کے راوی مشہور ہوں اور اس کا مخرج معروف ہو" لیکن اس تعریف پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں حسن اور صحیح میں کوئی تمیز نہیں رہتی۔ کیونکہ صحیح روایت کے راوی بھی مشہور ہوتے ہیں اور اس کا مخرج بھی معروف ہوتا ہے۔

امام ترمذی نے حسن کی تعریف یوں کی ہے کہ جس میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں۔

1. اس کے سلسلہ اسناد میں کوئی راوی جھوٹ کے متعلق تہمت زدہ نہ ہو۔
2. وہ حدیث شاذ نہ ہو۔
3. وہ حدیث کئی ایک طرق سے مروی ہو۔

اس تعریف پر اعتراض کیا گیا ہے کہ بعض ایسی احادیث ہیں جنہیں امام ترمذی نے حسن کہا ہے

لیکن وہ ایک ہی طریق سے مروی ہیں مثلاً ایک حدیث بیان کرنے کے بعد امام ترمذی یوں بیان فرماتے ہیں :

هذا حديث حسن لا نعرفه إلا من هذا الوجه

"یہ حدیث حسن ہے ہم اسے اس طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے۔"

محدث ابن الصلاحؒ نے ان دونوں تعریفات کو ناقص قرار دے کر اپنی طرف سے اس کی دو اقسام بیان کی ہیں۔

❶ جس حدیث کی سند میں کوئی ایسا مستور راوی آجائے جس کی استعداد و لیاقت اور اہلیت ثابت نہ ہو البتہ وہ غفلت شعار، زیادہ غلطیاں کرنے والا اور احادیث کے متعلق جھوٹ بولنے میں تہمت زدہ نہ ہو اور وہ بایں طور پر مشہور ہو کہ اس کی تائید میں دیگر روایات موجود ہوں نیز وہ روایت شاذ اور منکر بھی نہ ہو اس طرح کی روایت کو حسن کہا جاتا ہے۔

❷ کسی روایت کے راوی صدق و امانت میں مشہور ہوں البتہ حافظہ اور پختگی میں صحیح روایت کے راویوں سے کم درجہ رکھتے ہوں اس طرح کی روایت اگر منفرد ہو تو اسے شاذ اور منکر بھی کہا جائے اس طرح ان صفات کی حامل روایت کو بھی حسن کہتے ہیں۔

محدث ابن الصلاح کی بیان کردہ دونوں اقسام پر بھی اعتراض کی گنجائش ہے تاہم حسن کی جامع مانع تعریف وہ ہے جو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے "اس میں صحیح کی تمام صفات پائی جائیں البتہ اس کے راوی حفظ و ضبط میں صحیح کے رواۃ سے کم درجہ رکھتے ہوں۔

البتہ کثرت طرق سے یہ کمی بھی دور ہو جاتی ہے یعنی حسن کی تعریف میں یہ بات شامل ہے کہ وہ حدیث کئی طرق سے مروی ہو اس طرح اگر اس حدیث میں کوئی کمی ہو گی تو کثرت طرق کی بناء پر دور ہو جائے گی۔

پہلی قسط ....

حقیقت آگ خانہ بتول

حیدر علی سلفی

رافضی شیعہ اور دیگر سنی فرقوں میں موجود نیم رافضی شیعہ کا کہنا ہے کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو جلا دیا ان پر شدید ظلم کیا، ان پر مصائب ڈھائے اور جبری طور پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ سے بیعت کروائی اس مختصر اور جامع وضاحت میں شیعہ کے ان تمام اعتراضات اور جھوٹ کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے اس ضمن میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

تاریخ طبری کی روایت

"حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ كُلَيْبٍ، قَالَ: أَتَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْزِلَ عَلِيٍّ وَفِيهِ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَرِجَالٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لأُحْرِقَنَّ عَلَيْكُمْ أَوْ لَتَخْرُجُنَّ إِلَى الْبَيْعَةِ

زیاد بن کلیب، مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب، علی کے گھر کی طرف گئے ان کے گھر میں طلحہ زبیر اورمہاجرین تھے عمر نے کہا اللہ کی قسم میں تم سب کو آج اگ میں جلاؤں گا یا پھر بیعت کرنے نکلو"

ضعیف تاریخ طبری طبع دار ابن کثیر بیروت دمشق جلد 8 صفحہ 15 رقم:2

روایت کی تحقیق

اس روایت کا پہلا راوی ابو معشر الکوفی زیاد بن کلیب التمیمی الحنظلی التوفی 120 ہجری نے عمر رضی اللہ عنہ کا دور نہیں دیکھا ان کو ثقہ کہا جاتا ہے لیکن میزان الاعتدال کے مطابق قال أبو حاتم: ليس بالمتين في حفظه ابو حاتم کہتے ہیں ان کا حافظہ مضبوط نہیں اس روایت کی سند اس طرح ہے حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب اس روایت کو کتاب صحیح وضعیف تاریخ الطبري میں ضعیف کہا گیا ہے نیز زیاد بن کلیب یہ واقعہ براہ راست بیان کر رہے ہیں حالانکہ وہ اس واقعہ میں موجود نہ تھے بلکہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کافی دیر بعد اسلام لائے۔ دوسرا ان کی وفات 110یا 119 ہجری میں ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 11ہجری میں وفات پا گئے۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد کا ہے۔

لهذا یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ زیاد بن کلیب اس واقعہ میں موجود تھے۔ تو یہ روایت اس طرح منقطع ہو جاتی ہے۔
اس روایت کے دوسرے راوی مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں، تدلیس کرتے ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔ یہ اہل سنت کا مشہور اصول حدیث ہے کہ مدلس کی روایت غیر صحیحین بخاری و مسلم کے علاوہ اگر عن سے ہو تو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ یہ روایت بھی تاریخ طبری میں عن سے ہے
اس روایت کے تیسرے راوی جریر بن حازم ثقہ ہیں لیکن ان کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا
اس روایت کے چوتھے راوی محمد ابن حمید ابن حیان ہیں جن کے بارے میں کتاب تہذیب التہذیب میں آیا ہے کہ امام نسائی اور الجوزانی نے اسے ناقابل اعتماد راوی کہا امام الرازی نے فرمایا میرے پاس اس سے 5000 احادیث موجود ہیں لیکن میں ایک بھی نہیں لوں گا امام بیہقی نے فرمایا کہ حدیثوں کے امام امام ابن خذیمہ نے اس سے ایک روایت بھی نہیں لی۔

ابن ابی شیبہ کی روایت

مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ , نا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ , حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ , عَنْ أَبِيهِ أَسْلَمَ أَنَّهُ حِينَ بُويِعَ لِأَبِي بَكْرٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ يَدْخُلَانِ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُشَاوِرُونَهَا وَيَرْتَجِعُونَ فِي أَمْرِهِمْ , فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ فَقَالَ: «يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , وَاللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَبِيكِ , وَمَا مِنْ أَحَدٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا بَعْدَ أَبِيكِ مِنْكِ , وَايْمُ اللَّهِ مَا ذَاكَ بِمَانِعِي إِنِ اجْتَمَعَ هَؤُلَاءِ النَّفَرُ عِنْدَكِ ; أَنْ أَمَرْتُهُمْ أَنْ يُحَرَّقَ عَلَيْهِمِ الْبَيْتُ» , قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ عُمَرُ جَاءُوهَا فَقَالَتْ: تَعْلَمُونَ أَنَّ عُمَرَ قَدْ جَاءَنِي وَقَدْ حَلَفَ بِاللَّهِ لَئِنْ عُدْتُمْ لَيُحَرِّقَنَّ عَلَيْكُمُ الْبَيْتَ وَايْمُ اللَّهِ لَيَمْضِيَنَّ لِمَا حَلَفَ عَلَيْهِ , فَانْصَرِفُوا رَاشِدِينَ , فَرَوْا رَأْيَكُمْ وَلَا تَرْجِعُوا إِلَيَّ , فَانْصَرَفُوا عَنْهَا فَلَمْ يَرْجِعُوا إِلَيْهَا حَتَّى بَايَعُوا لِأَبِي بَكْرٍ

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو بکر کی بیعت ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تو علی اور زبیر، فاطمہ کے پاس آئے اور ان سے مشورہ کرنے لگے اور ... پس جب اس کی خبر عمر کو ہوئی تو وہ فاطمہ کے پاس آئے اور کہا اے رسول اللہ کی بیٹی اللہ کی قسم ہم کو آپ کے باپ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور ان کے بعد آپ سے زیادہ لیکن اللہ کے لئے یہ مجھے مانع نہ ہو گا کہ میں ایک جتھا اپ کے لئے لے آوں کہ وہ اس گھر کو جلا دے، پس جب عمر چلے گئے تو فاطمہ نے علی سے کہا کیا اپ کو پتا ہے عمر آئے تھے اور اللہ کی قسم لے کر گئے ہیں کہ اگر دیر کی تو وہ گھر جلا ڈالیں گے اور اللہ کی قسم وہ یہ کر دیں گے جس کی قسم لی ہے پس سید ھے سیدھے جاؤ اور واپس نہ آنا حتی کہ ابو بکر کی بیعت کر لو۔
مصنف ابن ابی شیبہ طبع دمشق جلد 20صفحہ :579 رقم 38200

روایت کی تحقیق

یہ روایت بیان کرنے والے اسلم قرشی عدوی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے غلام تابعی ہیں صحابی نہیں ہیں ، جو بیعت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا احوال بتا رہے ہیں ، جبکہ وہ اُس وقت مدینہ منورہ میں موجود ہی نہیں تھے۔ اُن کی مدینہ آمد ، اُس سال ماہ حج کے بعد ہوئی ، جبکہ بیعت کا یہ واقعہ ربیع الاول کا ہے ان کا اس واقعہ میں موجود ہونا ثابت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات گیارہ ہجری میں ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد رمضان یا شوال میں ہوئی۔ جس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف الزام لگایا جاتا ہے وہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فورا بعد کا ہے۔ اسلم القرشی تو ان تینوں واقعات میں موجود نہ تھے۔
جیسا کہ طبقات ابن سعد میں اسلم قرشی خود بیان کر رہے ہیں
اشترانی عمر بن الخطاب سنة اثنتی عشرة
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھے 12ہجری میں خریدہ
طبقات ابن سعد طبع بیروت لبنان جلد 5صفحہ :7رقم :569

یہ واقعہ بیان کرنے والے اسلم قرشی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت، جب یہ دھمکی والا واقعہ گھڑا گیا، اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت تھا۔ بلکہ وہ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت مدینہ میں تھے ہی نہیں ، بلکہ اس واقعہ سے کافی بعد مدینہ میں آئے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلم نے یہ واقعہ کس سے سنا؟
جبکہ وہ تو بہت بعد مدینہ آئے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت بھی مرسل ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔ نیز یہی روایت احادیث کی دیگر کتب میں بھی موجود ہے مگر وہاں پہ صرف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی مدح بیان کر رہے ہیں، باقی دھمکی یا آگ لگانے کا ذکر تک نہیں ہے۔ لہذا یہ روایت اصول حدیث کی روشنی میں شاذ بھی ہے ،مرسل اور شاذ حدیث سے کوئی دلیل نہیں بنائی جا سکتی۔
جیسا کہ الاحاد و المثانی میں یہ واقعہ اسی ابن ابی شیبہ کی سند سے موجود ہے

حدثنا ابو بکر بن ابي شيبة، نا محمد بن بشر، عن عبيد الله بن عمر، عن زيد بن اسلم، عن ابيه ان عمر رضی الله تعالی عنه قال لفاطمة والله ماكان أحدا احب الی من ابيك ولا احدا احب الی بعدا ابيك منك

حضرت اسلم قرشی رحمہ اللہ "غلام عمر"سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم ، مجھے آپ کے ابا جان یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں ، اور آپ کے ابا کے بعد مجھے آپ یعنی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔

الاحاد و المثانی ابن ابی عاصم طبع دارالرایہ الریاض جلد 5 صفحہ:360 رقم:2952

یہ روایت مستدرک حاکم میں بھی موجود ہے مگر وہاں پر بھی مصنف ابن ابی شیبہ کی طرح اضافہ نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت مرسل کے ساتھ ساتھ شاذ بھی ہے جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے

حدثنا مكرم بن احمد القاضي، ثنا احمد بن يوسف الهمداني ثنا عبدالمؤمن بن علی الزعفراني ثنا عبدالسلام بن حرب عن عبيد الله بن عمر عن زيد بن اسلم عن ابيه
آگے وہی سند ہے
عن عمر دخل علی فاطمه بنت رسول الله فقال يا فاطمه والله ما رائيت احدا احب رسول الله منك ووالله ماكان احدا من الناس بعد ابيك احب الي منك

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ، اللہ کی قسم، میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا نہیں دیکھا اور آپ کے ابا کے بعد مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں ہے

مستدرک حاکم طبع بیروت لبنان جلد 3 صفحہ : 168 رقم :4736

اہم نکتہ
شیعہ کفر ابی طالب کی صحیح البخاری کی روایات کو اس وجہ سے نہیں مانتے ، ان کے نزدیک جب ابو طالب فوت ہوا تو اس وہ راویان حدیث سیدنا ابوھریرہ، سیدنا عبداللہ بن عمر،سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنھم وہاں اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھے لھذا ان کی بات نہیں مانتے،
ملاحظہ فرمائیں
ایمان ابو طالب پروفیسر زین العابدین صفحہ:15،مومن قریش ابی طالب اور دیگر شیعہ کتب جب ان کی بات نہیں مانتے تو پھر ایک غلام اسلم قرشی اور جو اس وقت وہاں پہ موجود بھی نہیں تھا اس کی بات کو کیسے مان لیتے ہیں؟ ثابت ہوا کہ یہ دجال اور منافق بھی ہیں۔

الفاروق کی روایت
شبلی نعمانی نے اپنی کتاب الفاروق میں یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ اور طبری سے نقل کی ہے جن کے بارہ میں بحث گزر چکی ہے، اس کے علاوہ خود مولوی شبلی نعمانی نے اس روایت کے بارہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کرسکتے کیونکہ اس روایت کے راویوں کا حال ہم کو معلوم نہیں اور نہ ہی مولوی شبلی نعمانی اتنا علم رکھتے تھے، ان کو تو برصغیر نے علامہ بنا دیا تھا اس کے علاوہ بھی مولوی شبلی نعمانی نے سیرت نعمان بن ثابت میں کئی جھوٹ جمع کئے ہیں۔ لھذا شبلی نعمانی کی بات کی ذرا اہمیت نہیں ہے ہم نے اس تحریر میں صرف ان کتب کی وضاحت کی ہے جو اہل السنہ کی کتب ہیں رہی بات رافضی شیعہ کتب کی تو ان کو ہم پہلے ہی دجل وفریب کا نام دے چکے ہیں۔
اس ساری بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب افسانے، اور جھوٹے قصے ہیں جو گھڑے گئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے ایک میں ہے کہ عمر نے گھر جلانے کی دھمکی دی، اور علی کو فاطمہ نے بھیجا کہ فوراً بیعت کرو ،عمر اور علی میں کوئی مکالمہ نہ ہوا ،دوسری میں ہے عمر اور علی میں مکالمہ ہوا، علی نے بہانہ کیا کہ قرآن جمع کر رہا تھا معاذاللہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہانے باز تھے؟؟؟

فضائل اعمال میں موجود جھوٹ

حیدر علی سلفی

حنفی فرقہ کے اندر ایک اور فرقہ پایا جاتا ہے جس کو دیوبندی فرقہ کہا جاتا ہے اس فرقہ میں ایک جماعت پائی جاتی ہے، جس کو تبلیغی جماعت کہا جاتا ہے، اس جماعت کے بانی دماغی مریض حنفی مولوی زکریا کاندھلوی نے تبلیغی جماعت کے لیے تبلیغی نصاب مرتب کیا اس نصاب کو مرتب کرنے میں، جھوٹ ، بھتانات،اور موضوع روایات کا سہارا لیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ قصے کہانیاں بھی خوب شامل کی گئیں اور اس کتاب کو فضائل اعمال کا نام دیا گیا ہے، تبلیغی جماعت کی اس کتاب کے مؤلف مولوی زکریا صاحب کاندھلوی نے کتاب میں جو غلط بیانیاں کی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں، کاندھلوی صاحب نے کتاب کا آغاز ہی جھوٹ سے کیا کتاب کی تمہید میں لکھتے ہیں

"اما بعد اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مربی و محسن کا ارشاد 53 ہجری میں ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعی ن کے چند قصے بالخصوص کم سن صحابہ اور عوروتوں کی دینداری کی کچھ حالت اردو میں لکھی جائے "

فضائل اعمال ، حکایات صحابہ ،صفحہ نمبر 8 طبع کتب خانہ فیضی لاہور

تحقیق

53 ہجری میں میں زکریا کاندھلوی کہاں آ گیا ؟ کتاب کی پہلی سطر ہی جھوٹ دیوبندی کہیں گے کتابت کی غلطی ہے -راقم الحروف کے پاس تین ایڈیشن ھیں _ تینوں پر اسی طرح لکھا ہے_ مصنف نے لکھا حکایات صحابہ حکایت فرضی کہانی کو کہا جاتا ہے جس طرح ناول، افسانے وغیرہ گویا اس گستاخ صحابہ نے صحابہ اکرام کی زندگی کو افسانہ بنا کر پیش کیا- مولانا زکریاصاحب نے فضائل پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً فضائل اعمال ، فضائل درود ، فضائل حج ، فضائل صدقات وغیرہ ۔انہی کتابوں کو تبلیغی جماعت کی تعلیمی مجالس میں پڑھنے اور سننے کی بیعت لی جاتی ہے ۔فضائل اعمال کا ترجمہ عربی زبان کے علاوہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے ۔ چونکہ عرب کا عقیدہ توحید بہتر ہوتا ہے اس لئے انہیں فضائل اعمال کی بجائے ریاض الصالحین پڑھائی جاتی ہے تا کہ تبلیغی جماعت کے شرکیہ عقائد کو عربیوں سے چھپایا جا سکے ۔ آیئے _فضائل اعمال میں موجود جھوٹوں کا مزید جائزہ لیں ۔

1-ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی ۔کئی کئی دن ایسے گزر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی ۔ اعوذ باللہ من ذالک
فضائل اعمال ' فضائل نماز باب سوم ص360 طبع فیضی کتب خانہ
2۔ابتداءمیں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں ۔
فضائل اعمال ' فضائل نماز باب سوم ص374 طبع فیضی کتب خانہ
تبلیغی بزرگوں کو تو15برس لیٹنے کی نوبت نہیں آتی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہتان باندھا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ نیند سے گرنے کا اندیشہ ہوتا تھا۔العیاذ باللہ
3-ابن الکاتب کا معمول تھا کہ روزانہ آٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے ۔
فضائل اعمال ' فضائل قرآن 'تلاوت کرنیوالوں کے واقعات ص 254
4-حضرت زین العابدین روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے ۔
دیوبندیو ایک دن کتنے گھنٹوں کا ہوا کرتا تھا؟؟؟
فضائل اعمال فضائل نماز باب سوم ص378
کیا اسلام اس طرح کے بڑے بڑے ریکارڈ بنانے کا دین ہے ؟
5۔ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت کھڑے ہو کر پڑھتے جب پاؤں رہ جاتے یعنی کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔
فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ:588 آف ورلڈ ریکارڈ میں درج کرلیا جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر شریعت سازی کی گئی ہے تو ہم دوزانو ہو کر پڑھنے اور سننے والوں سے گذارش کرتے ہیں کہ شریعت کا اتنی دیدہ دلیری سے مذاق نہ اڑائیں اور اللہ سے ڈریں ۔
6۔حضرت جنید سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو ننگا دیکھا انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں ' آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے ۔حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا میں نے دیکھا چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے مراقبہ میں مشغول ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا ۔
فضائل اعمال فضائل ذکر باب اول صفحہ 437
اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اصل ایمان والے صوفیاءہیں اور انہیں علم غیب بھی ہوتا ہے کہ شیطان کسی کو خواب میں کیا کہہ گیا ہے ۔

7۔ابو سنان کہتے ہیں خدا کی قسم ! میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں میں نے اپنے ساتھی سے کہا ! دیکھو یہ کیا ہو رہاہے اس نے مجھے کہا چپ ہو جا۔
فضائل اعمال فضائل نماز باب سوم ص361
قبر کتنی گہری کھودی گئی تھی ؟ ایسے ہی جھوٹے واقعات کو سچ سمجھ کر تبلیغی جماعت کے حضرت جی مولانا انعام الحسن 1992‘1993 اور 1994 کے اجتماعات میں ان الفاظ کیساتھ بیعت لیتے تھے۔ ''بیعت کی ہم نے حضرت مولانا محمد الیاس کے ہاتھ پر انعام کے واسطے سے''۔حالانکہ مولانا الیاس 1944میں فوت ہوگئے تھے۔
8-شیخ عبدالواحد مشہور صوفیاءمیں ہیں ۔انہوں نے خواب میں نہایت خوبصورت لڑکی دیکھی جس نے کہا میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں تب انہوں نے چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔
فضائل اعمال فضائل نماز باب سوم ص 356
اس سے ثابت ہوا کہ یہ بات غلط ہے کہ صوفیاءصرف اللہ کی رضا کیلئے عبادت کرتے ہیں بلکہ خوبصورت لڑکیوں کیلیے۔
9۔ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے آیا۔ وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے ۔وہ انتظار میں بیٹھ گیا جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے ۔یہ انتظار میں بیٹھا رہا نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے ۔پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔عشاء کی نماز تک اس میں مشغول رہے عشاء کی نماز پڑھ کر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے ۔پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور درود و ظائف پڑھتے رہے ۔اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے۔استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی:اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ کی جو نیند سے بھرتی نہیں -
فضائل اعمال فضائل نماز باب سوم ص 386
یعنی 17 گھنٹے نان سٹاپ عبادت ! نیز جو لوگ صوفیاء کو ملنا چاہیں اس واقعہ کو ذہن میں رکھ کر سوچ سمجھ کر فیصلہ فرمائیں ۔
10۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا جسکی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دعا و استغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا یا اللہ ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔وحی نازل ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں ؟ جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی عرض کیاکہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا : لا الہ اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی ہستی اور کوئی نہیں جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔

وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں ، تمہاری اولاد میں سے ہیں ۔لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے ۔
فضائل اعمال ، فضائل ذکر باب دوم ص 497
اسکے نیچے مولانا زکریا صاحب نے اس روایت کو موضوع من گھڑت لکھا ہوا ہے جھوٹ سنا کر کسی کو درست کر نیکی بجائے سچائی کو عام کرنا چاہیے انبیاءکرام کا اسلوب دعوت بھی یہی تھا ۔
11۔امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرما لیتے تھے کہ کونسا گناہ اس میں دھل رہا ہے۔ ڈیجیٹل فقہ
فضائل اعمال ، فضائل نماز باب اول ص304
مولانا زکریا لکھتے ہیں
میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی بار ہا سنا اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سنا ہے کہ میرے والد صاحب کا جب دودھ چھڑایا گیا تو پاؤپارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور وہ اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی فارسی کا معتدبہ حصہ بوستان ، سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے ۔
فضائل اعمال حکایات صحابہ باب یازدہم ص 180

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کی گستاخیاں

حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:
صاحب تلقیح نے ان صحابہ میں ان حسن رضی اللہ تعالی عنہ کا ذکر کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں ۔ بھلاسات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے ۔
فضائل اعمال حکایات صحابہ باب یازدہم ص178
حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں؛
چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کر سکتا ہے ؟لیکن امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں اور محدیثین نے اس جماعت میں ان کا شمار کیا ہے جن سے آٹھ روایتیں منقول ہیں ۔
فضائل اعمال حکایات صحابہ باب یازدہم ص 179
مولانا زکریا صاحب نے سات سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کو مکمل قرآن اور بہت کچھ یاد کروا دیا جبکہ حسن رضی اللہ تعالی عنہ و حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں فرمادیا کہ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اپنی پنڈلیوں کو کوڑے مارتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ یوں سمجھتے ہیں کہ جنت کے سارے درجے وہی اڑا کر لے جائیں گے نہیں ہم ان سے ان درجوں میں اچھی طرح مزاحمت کریں گے تا کہ ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اپنے پیچھے مردوں کو چھوڑ کر آئے ہیں۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص 592

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ایک نوجوان جس کے پاس کوئی توشہ اور پانی نہیں تھا۔جب اسے کرتہ دینا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے ۔نہ احرام باندھا ' نہ لبیک کہا کہ کہیں لا لبیک جواب نہ ملے ۔اس کے بعد کہا اے اللہ ! لوگوں نے قربانیوں کے ساتھ تیرا تقرب حاصل کیا میرے پاس کوئی چیز قربانی کے لئے نہیں سوائے اپنی جان کے ۔ میں اسکو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں تو اسکو قبول فرما۔اس کے بعد چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر گیا اس کے بعد غیب سے آواز آئی یہ اللہ کا دوست ہے ' خدا کا قتیل ہے مالک بن دینار کہتے ہیں میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی رات کو اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا ؟کہنے لگا جو شہداءبدر کے ساتھ ہوا بلکہ اس پر بھی کچھ زیادہ ہوا ۔میں نے پوچھا زیادہ ہونے کی وجہ ؟ کہنے لگا کہ وہ کافروں کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں عشق مولی کی تلوار سے ہوا ۔

فضائل حج صفحہ 221

یقیناً تبلیغی جماعت کے بزرگوں کے علاوہ صحابہ کرام سے مقابلہ بازی کوئی ادنی درجے کا مسلمان بھی نہیں کر سکتا ۔اصل میں تبلیغی جماعت کے ساتھ رہ کر ایمان اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ انسان صحابہ کرام کو بھی چیلنج کرنا شروع کر دیتا ہے ۔ استغفر اللہ

عقیدہ توحید ملاحظہ فرمائیں

ایک کفن چور کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ایک قبر کھودی تو اندر سے ایک شخص تخت پر بیٹھے قرآن پاک سامنے رکھے تلاوت میں مصروف نظر آئے نیچے نہر چل رہی تھی یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا ۔لوگوں نے اسے قبر سے نکالا تین دن بعد ہوش آیا اور قصہ سنایا بعض لوگوں نے اسکی قبر دیکھنے کی تمنا کی ۔اس سے پوچھا کہ قبر بتا دے ۔اس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لیجا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص 659

اس قصہ کا جھوٹ ہونا خود اسی قصہ سے ظاہر ہو رہا ہے ۔ایک طرف لوگوں نے اسے قبر سے نکالا اور دوسری طرف لوگوں نے اس سے قبر کا پتہ پوچھا ۔

مشہور بزرگ ابن الجلاءفرماتے ہیں میرے والد کا انتقال ہوا ۔انہیں نہلانے کیلئے تختہ پر رکھا گیا تو وہ ہنسنے لگے نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے ۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص660

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا اس نے میرا انگوٹھا پکڑلیا۔میں نے کہا میرا انگوٹھا چھوڑ دو مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں بلکہ یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے ۔ اس نے میر ا انگوٹھا چھوڑ دیا ۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص660

غور فرمائیں کیا دین اسلام میں روایت کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ان بزرگ کا نام و نشان تک نہیں، کوئی سند کا اہتمام نہیں، آخر روایت بیان کرنے کیلئے کوئی تو اصول ہونا چاہئے ۔

شیخ ابو یعقوب سنوسی کہتے ہیں میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا ۔ چنانچہ وہ واقعی مر گیا میں نے اسے غسل دیا اور دفن کیا ۔جب میں نے اسے قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں میں‌نے کہا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے ۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص660

ابو سعید خزار کہتے ہیں مکہ مکرمہ میں باب بنی شیبہ کے باہر مجھے خوبصورت آدمی کی میت پڑی نظر آئی۔میں نے اسے غور سے دیکھا تو وہ ہنسنے لگا ۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص671

کیا ان واقعات کو ماننے سے قرآن کریم کا انکار لازم نہیں آتا ؟ فیصلہ قارئین پر ہے ۔اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور غیروں سے کچھ نہ ہونے کا یقین دلوں میں کیسے آتا ہے ؟

سفیان ثوری ایک شخص سے ملتے ہیں اور اس سے ہر قدم پر درود پڑھنے کی وجہ پوچھتے ہیں تو وہ بتاتا ہے کہ میں اور میرے والد حج کو جارہے تھے راستے میں ان کا انتقال ہو گیا اور منہ کالا ہو گیا میں دیکھ کر بڑا رنجیدہ ہوااور انا للہ پڑھی اور کپڑے سے انکا منہ ڈھک دیا اتنے میں میری آنکھ لگ گئی ۔میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب بہت زیادہ حسین ، صاف ستھرا لباس اور بہترین خوشبو میں تیزی سے قدم بڑھائے چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے میرے باپ کے منہ پر سے کپڑا ہٹایا اور اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اس کا چہرہ سفید ہو گیا۔

واپس جانے لگے تو میں نے انکا جلدی سے کپڑا پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ تعالی آپ پر رحم کرے آپ کو ن ہیں کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالی نے میرے باپ پر مسافرت میں احسان فرمایا ۔ وہ کہنے لگے تو مجھے نہیں پہنچانتا ؟ میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب قرآن ہوں یہ تیرا باپ بڑا گنہگار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرتا تھا جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو میں اسکی فریاد کو پہنچا اور میں ہراس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے ۔

فضائل درود فصل پنجم صفحہ 102

سفیان ثوری ایک نوجوان سے ملتے ہیں اور اس سے ہر قدم پر درود پڑھنے کی وجہ پوچھتے ہیں تو وہ بتاتا ہے کہ میں اور میری والدہ حج کو جارہے تھے ۔میری ماں وہیں رہ گئی یعنی مر گئی اور اسکامنہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ کوئی سخت گناہ ہو گیا ۔ اس سے میں نے اللہ جل شانہ کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ حجاز سے ایک ابر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔میں نے ان سے عرض کیا آپ کون ہیں ؟ کہ میری اور میری ماں کی مصیبت دور کی۔انہوں نے فرمایا میں تیرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں ۔

فضائل درود فصل پنجم ص104

ان واقعات سے تبلیغی جماعت اور بریلویت ایک ہو جاتے ہیں ۔نیز گستاخی کی بھی حد کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ عورت کے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ نعوذ باللہ من ذالک استغفراللہ

انبیاء کی گستاخی

ایک بزرگ کی ایک راہب سے ملاقات ہوئی ۔گفتگو کے دوران راہب نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں بتایا کہ وہ چالیس دن تک فاقہ کر لیتے تھے ۔تو ان بزرگ نے ساٹھ دن تک فاقہ کر کے دکھا دیاوہ راہب مسلمان ہو گیا ۔

فضائل صدقات حصہ دوم ص572

ثابت ہوا کہ تبلیغی جماعت کے بزرگ اتنے پختہ ایمان والے ہوتے ہیں کہ انبیاءکرام کے ساتھ مقابلہ تک کرلیتے ہیں لیکن جہاد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ابھی ایمان مضبوط نہیں شیخ علی متقی فرماتے ہیں ایک فقیر نے فقراء مغرب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اسکو شراب پینے کے لئے فرماتے ہیں ۔استغفراللہ

فضائل درود فصل دوم صفحہ 53

خانہ کعبہ کی گستاخی

بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراسان میں مکہ سے تعلق کے اعتبا
رسے بعض ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کر رہے ہوں بلکہ بعض لوگ تو ایسے
ہوتے ہیں کہ خود کعبہ انکی زیارت کو جاتا ہے۔
فضائل حج ص 111
شیخ عبدالواحد مشہور صوفیاءمیں ہیں ۔انہوں نے خواب میں نہایت خوبصورت لڑکی دیکھی
جس نے کہا میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں تب انہوں نے چالیس
برس تک صبح کی نماز عشاءکے وضو سے پڑھی۔
فضائل اعما ل فضائل نماز باب سوم ص 356
اس سے ثابت ہوا کہ یہ بات غلط ہے کہ صوفیاءصرف اللہ کی رضا کیلئے عبادت کرتے ہیں
بلکہ خوبصورت لڑکیوں کیلئے۔ ثابت ہوا کہ تبلیغی جماعت کے بزرگ اتنے پختہ ایمان والے
ہوتے ہیں کہ انبیاءکرام کے ساتھ مقابلہ تک کرلیتے ہیں لیکن جہاد کے حوالے سے کہتے
ہیں کہ ابھی ایمان مضبوط نہیں
شیخ علی متقی فرماتے ہیں ایک فقیر نے فقراءمغرب سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اسکو شراب پینے کے لئے فرماتے ہیں ۔استغفراللہ
فضائل درود فصل دوم صفحہ 53
فضائل اعمال کی ان تمام کفریہ شرکیہ عبارات اور جھوٹی کہانیوں،سے یہ بات مکمل طور پر
واضح ہوتی ہے کہ اس کتاب کو لوگوں کی نظروں سے دور کیا جائے اور اس کی جگہ صحیح
کتب احادیث کتب سیرت ، بخاری مسلم نسائی اُبو داؤد ترمذی اور ریاض الصالحین جیسی
کتب کو تبلیغی نصاب بنایا جائے تاکہ لوگ گمراہی سے بچ جائیں۔

ایمان ابو طالب اور کفر پہ موت

حیدر علی سلفی

اہل السنہ والجماعتہ کا اجماعی عقیدہ ہے کے ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی، انھوں نے اپنا آخری وقت بھی باپ دادا کے دین، یعنی ملت مشرکین مکہ پر بسر کیا جیسا کے آگے وضاحت کی گئی ہے۔مگر اس کے باوجود رافضی شیعہ تو ایمان ابو طالب کے مدعی ہیں ہی ، ان کے ساتھ ساتھ ان کے ہم نوالہ و پیالہ بعض نیم رافضی ،طاہر القادری ،حنیف قریشی،عطاء محمد بندیالوی، محمد خان قادری بریلوی، صائم چشتی جیسے ابو طالب کے ایمان کے مدعی بھی ہیں ابو طالب کو مومن بھی کہتے ہیں ،جو ابو طالب کو کافر کہے اس کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے والا بھی کہتے ہیں،ان تمام مدعیان ابو طالب کے پاس کوئی بھی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے ان کا دعویٰ ثابت ہو سکے ،البتہ ایک بے کار دلیل پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا باپ ابو طالب جہنمی کیسے ہو سکتا ہے؟؟؟

ہمارا سوال بھی ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا جس کے بارہ میں سب متفق ہیں کہ وہ کفر پر مرا،اب اگر ان کی طرح کوئی یہ کہے کہ یہ تو سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے یہ تو کفر پر نہیں مر سکتا، یہ تو جہنم میں نہیں جاے گا،اگر جائے گا تو پھر سیدنا نوح علیہ السلام کی توہین ہے تو جناب مدعیان ابو طالب کیا جواب دیں گے؟؟؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر جس کے بارہ میں سب متفق ہیں کہ وہ کفر پر مرا،اب اگر ان کی طرح کوئی یہ کہے کہ یہ تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یہ تو کفر پر نہیں مر سکتا، یہ تو جہنم میں نہیں جاے گا،اگر جائے گا تو پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی توہین ہے تو جناب مدعیان ایمان ابو طالب کیا جواب دیں گے؟؟؟

سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی جس کے بارہ میں سب متفق ہیں کہ وہ کفر پر مری ،اب اگر ان کی طرح کوئی یہ کہے کہ یہ تو سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ہے یہ تو کفر پر نہیں مر سکتی، یہ تو جہنم میں نہیں جاے گی اگر جائے گی تو پھر سیدنا نوح علیہ السلام کی توہین ہے تو جناب مدعیان ابو طالب کیا جواب دیں گے؟؟؟

کیا جو ان تمام نبیوں کے باپ، بیٹوں، بیویوں کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ کفر پر مرے وہ ان نبیوں سے بغض رکھتا ہے؟؟؟

یہ جو نیم رافضی ابو طالب کو کافر کہنے والوں کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا کہتے ہیں ناصبی کہتے ہیں ان کے اپنے بریلوی مسلک کے بانی جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ابو طالب کو کافر قرار دیا، جہنمی قرار دیا آپ احمد رضا خان بریلوی کی پوری کتاب "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" پڑھیں احمد رضا نے سینکڑوں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابو طالب کافر تھا، جہنمی ہے اور اس کو عذاب کس طرح کا دیا جاتا ہے-کیا طاہر القادری،حنیف قریشی یہ سچے ہیں یا احمد رضا خان سچا ہے؟؟؟ کیا احمد رضا ان کے فتویٰ کی ضد میں نہیں آتا؟؟؟

کہتے ہیں جی ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے احسانات کیے تھے ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف کی گئی کیا پھر بھی ابو طالب کے احسانات باقی ہیں؟؟؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اب آپ اختصار کے ساتھ وہ دلائل ملاحظہ فرمائیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ابو طالب کی موت گمراہی پر ہوئی اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ان کو جہنم میں کس طرح کا عذاب دیا جاتا ہے شروع میں اہل الحدیث، محدثین کی کتب سے دلائل پیش کیے گئے ہیں اور ان کے آخر میں شیعہ کتب کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں-

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ القصص: 56

''اے نبی ! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے ۔''

یہ آیت ِ کریمہ بالاتفاق ابو طالب کے بارہ میں نازل ہوئی ہے ، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ، وَكَذَا نَقَلَ إِجْمَاعَهُمْ عَلَى هَذَا الزَّجَّاجُ وَغَيْرُهُ، وَهِيَ عَامَّةٌ، فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي وَلَا يُضِلُّ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى.

مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت ِ کریمہ ابو طالب کے بارہ میں نازل ہوئی تھی ۔ زجّاج وغیرہ نے مفسرین کا اجماع اسی طرح نقل کیا ہے ۔ یہ آیت عام بھی ہے ۔ ہدایت دینا اور گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔''

شرح صحیح مسلم نووی: جلد 1صفحہ:41

حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں

''بیان کرنے والے اس بات میں اختلاف نہیں کرتے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارہ میں نازل ہوئی تھی ۔"

فتح الباری لابن حجر جلد 8صفحہ :506

شیعہ مفسرین کا بھی یہی موقف ہے جس کی وضاحت آگے آ رہی ہے والحمدللہ

دوسری دلیل

سیّدنا مسیّب بن حزن بیان کرتے ہیں :

لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « يَا عَمِّ قُلْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ » ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ : هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « أَمَا وَاللَّهِ لأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ » ،مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَھُمْ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

التوبه :113 وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ القصص: 56

''جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ اُن کے پاس تشریف لے گئے ۔ آپ نے اُن کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو دیکھا تو فرمایا : اے چچا ! لا الہ الا اللہ کہہ دیں کہ اس کلمے کے ذریعے اللہ کے ہاں آپ کے حق میں گواہی دے سکوں ۔ اس پر ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے :اے ابو طالب ! کیا آپ عبد المطلب کے دین سے مُنحرف ہو جائیں گے ؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اپنی بات ابوطالب کو پیش کرتے رہے اور بار بار یہ کہتے رہے ، حتی کہ ابوطالب نے اپنی آخری بات یوں کی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں ۔ انہوں نے لاالہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :مجھے جب تک روکا نہ گیا ، اللہ تعالی سے آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا ۔ اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرما دیں :

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ التوبة: 113

نبی اور مؤمنوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں ، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ، اس کے بعد کہ انہیں اُن کے جہنمی ہونے کا واضح علم ہو جائے

اللہ تعالی نے ابوطالب کے بارے میں قرآن نازل کرتے ہوئے اپنے رسول سے فرمایا

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ القصص: 56

بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ، البتہ اللہ تعالی جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔''

صحیح بخاری رقم : 3884، صحیح مسلم رقم : 24

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابو طالب کافر تھے ۔ وہ ملتِ عبد المطلب پر فوت ہوئے۔ ملت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تھے ،انہوں نے مرتے وقت کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا ۔ اُن کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی ۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو اُن کے حق میں دُعا کرنے سے منع فرما دیا تھا۔

تیسری دلیل

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَمِّہِ : قُلْ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، أَشْھَدُ لَکَ بِھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ، قَالَ : لَوْلَا أَنْ تُعَیِّرَنِی قُرَیْشٌ یَقُولُونَ : إِنَّمَا حَمَلَہُ عَلٰی ذَلِکَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِھَا عَیْنَکَ، فَأَنْزَلَ اللّٰہ إِنَّکَ لَا تَھْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِي مَنْ یَشَاءُ وَھُوَ أَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِینَ القصص: 56

"رسول اللہ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہا :آپ لا الٰہ الّا اللہ کہہ دیں ۔ میں قیامت کے روز اس کلمے کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دوں گا ۔ اُنہوں نے جواب دیا : اگر مجھے قریش یہ طعنہ نہ دیتے کہ موت کی گھبراہٹ نے اسے اس بات پر آمادہ کر دیا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی إِنَّکَ لَا تَھْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِي مَنْ یَشَاءُ وَھُوَ أَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِینَ القصص: 56
"جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے ، البتہ جسے اللہ چاہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔"
صحیح مسلم رقم : 25

چوتھی دلیل

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں :

لَمَّا تُوُفِّيَ أَبِي أَتَیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقُلْتُ : إِنَّ عَمَّکَ قَدْ تُوُفِّيَ قَالَ : اذْھَبْ فَوَارِہِ ، قُلْتُ : إِنَّہُ مَاتَ مُشْرِکًا، قَالَ : اذْھَبْ فَوَارِہِ وَلَا تُحْدِثَنَّ شَیْئًا حَتّٰی تَأْتِیَنِي ، فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَتَیْتُہُ ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ

"جب میرے والد فوت ہوئے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی :آپ کے چچا فوت ہو گئے ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :جا کر انہیں دفنا دیں ۔ میں نے عرض کی :یقیناً وہ تو مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوئے ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائیں اور انہیں دفنا دیں ، لیکن جب تک میرے پاس واپس نہ آئیں کوئی نیا کام نہ کریں ۔ میں نے ایسا کیا ، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔"
مسند الطیالسي رقم : 120

دوسری روایت کے الفاظ ہیں :

إِنَّ عَمَّکَ الشَّیْخَ الضَّالَّ مَاتَ، فَمَنْ یُوَارِیہِ ؟ قَالَ : اذْھَبْ فَوَارِ أَبَاکَ ۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گمراہ چچا فوت ہو گئے ہیں ۔ ان کو کون دفنائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جائیں اور اپنے والد کو دفنا دیں۔''

سنن ابي داؤد رقم : 3214، سنن النسائي : رقم : 190، 2008، سندہٗ حسن

یہ حدیث نص قطعی اور اس امر کی دلیل ہے کہ ابو طالب مسلمان نہیں تھے ۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ تک نہیں پڑھی۔

پانچویں دلیل

سیّدنا ابوسعید خدری سے روایت ہے :

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ، فَقَالَ: لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ، يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ، يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ

''انہوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ۔ آپ کے پاس آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا :شاید کہ اُن کو میری سفارش قیامت کے دن فائدہ دے اور اُن کو جہنم کے بالائی طبقے میں رکھا جائے جہاں عذاب صرف ٹخنوں تک ہو اورجس سے صرف اُن کا دماغ کھولے گا ۔''

صحیح البخاری : رقم: 3885، صحیح مسلم رقم: 210

چھٹی دلیل

سیّدنا عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ

صحیح مسلم رقم: 212

ساتویں دلیل

سیّدنا عباس بن عبد المطلب نے کہا:

يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ ؟ قَالَ: نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، لَوْلاَ أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

''اے اللہ کے رسول ! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ دیا ۔ وہ تو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ہاں !میں نے اُنہیں فائدہ پہنچایا ہے وہ اب بالائی طبقے میں ہیں ۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے حصے میں ہوتے۔''

صحیح بخاری رقم : 3883، صحیح مسلم رقم : 209

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فَهٰذَا شَأْنُ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ، فَلَوْ كَانَ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ لَنَجَا مِنَ النَّارِ أَصْلًا،

وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ وَالْأَخْبَارُ الْمُتَكَاثِرَةُ طَافِحَةٌ بِذٰلِكَ.

"یہ صورتحال تو اس شخص کی ہوتی ہے جو کفر پر فوت ہوا ہو ۔ اگر ابو طالب توحید پر فوت ہوتے تو آگ سے مکمل طور پر نجات پا جاتے ۔ لیکن بہت سی صحیح احادیث کفر ابو طالب کی واضح دلیل ہے۔"

الاصابہ فی تمییز الصحابہ ابن حجر جلد 7 صفحہ:241

آٹھویں دلیل

سیّدنااُسامہ بن زَید رضی اللہ عنہ کا فرماتے ہیں

وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا شَيْئًا،

لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ، وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ.

"عقیل اور طالب دونوں ابوطالب کے وارث بنے تھے ، لیکن ابوطالب کے بیٹے سیّدنا جعفر اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُن کی وراثت سے کچھ بھی نہیں لیا کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے جبکہ عقیل اور طالب دونوں کافر تھے۔"

صحیح البخاري رقم : 1588، صحیح مسلم رقم : 1614

یہ روایت بھی واضح دلیل ہے کہ ابو طالب کفر کی حالت میں فوت ہو گئے تھے ۔ اسی لیے عقیل اور طالب کے برعکس سیّدنا جعفر اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے وارث نہیں بنے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

"نہ مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے نہ کافر مسلمان کا۔"

صحیح البخاري رقم : 6764، صحیح مسلم رقم : 1614

ابوطالب کے ایمان لائے بغیر فوت ہوئے اور ان کے اسلام قبول کئے بغیر مرنے پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ضرور تھا۔ابو طالب پوری زندگی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو بن کر رہے، اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ ہمیشہ سایہ فگن رہے مگر مرضی اللہ تعالیٰ کی ابو طالب مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے

ایک وضاحت

شیعہ کتب سے تو ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ اپنا مکمل موقف ثابت کیا ہے جو آگے آ رہا ہے مگر پھر بھی شیعہ کی طرف سے ایک اعتراض کیا گیا ہے کہ جب ابو طالب فوت ہوئے اس وقت تو عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پاس ہی نہیں تھے ان کو کیسے پتہ چلا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ابنِ عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہم نے یہ واقعہ بعد میں دیگر صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا اور اس کے بعد جب کبھی اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تب انھوں نے بیان کیا رافضیوں کا اعتراض باطل ہے

شیعہ کتب

گزشتہ تمام حوالہ جات اہل سنت کی احادیث کی کتب،تاریخ کی کتب سے پیش کیے گئے ہیں، ذیل میں ہم نے اختصار کے ساتھ شیعہ کتب سے چند ایک حوالہ جات نقل کیے ہیں ملاحظہ فرمائیں

مشہور شیعہ مفسر سید ہاشم بحرانی لکھتے ہیں

"سورہ القصص آیت: 56

اے محمد آپ جس کو دوست رکھیں اس کو ھدایت نہیں دے سکتے، یہ آپ کے چچا ابو طالب کے بارہ میں نازل ہوئی،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا سے کہے رہے تھے کہ چچا کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں میں اس کے ذریعہ آپ کو قیامت کے دن نفع پہنچاؤں گا، تو ابو طالب نے کہا کہ میں اپنے نفس کو جانتا ہوں،جب ابو طالب فوت ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا ابو طالب نے کلمہ پڑھ لیا؟تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو کچھ نہیں سنا نہ ہی قیامت کے دن کوئی نفع پہنچاؤں گا"

البرھان فی التفسیر القرآن سید ہاشم بحرانی جلد 6صفحہ:81 بیروت لبنان

باقر مجلسی لکھتا ہے

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا آپ کے چچا حالت گمراہی میں دنیا سے چلے گئے تو اب آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟

اور ابو طالب اپنی میراث میں سے جو کچھ چھوڑ گئے تھے علی اور جعفر نے اس سے کچھ نہ لیا"

بحار الانوار باقر مجلسی جلد 18صفحہ 97بیروت لبنان

اسی باقر مجلسی نے ابو طالب کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو بھی جہنمی قرار دیا

"و ان عبد اللہ و آمنۃ و آبا طالب في حجرۃ من حجرات جھنم"

عبداللہ ،اور آمنہ، اور ابی طالب جہنم کے حجروں میں سے ایک حجرہ میں ہونگے

بحار الانوار باقر مجلسی جلد 35صفحہ 155 بیروت لبنان

شیعہ تفسیر قمی میں لکھا ہے
"القصص آیت 56،ابو طالب کے بارہ میں نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے ابو طالب سے کلمہ نہیں سنا نہ ہی شفاعت کروں گا"
تفسیر قمی القصص آیت 56 ،جلد 2صفحہ :142
بریلوی حضرات کے امام احمد رضا خان بریلوی کا ابو طالب کے ایمان لانے کے بارہ میں جو موقف تھا وہ پیچھے بیان کیا گیا ہے، اب مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں
رضا خان بریلوی لکھتے ہیں
"ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی ،بعض رافضیوں کا دعویٰ باطلہ کے وہ اسلام لائے محض بے اصل ہے"
فتاوی رضویہ جلد 29 صفحہ:705
ان تمام شیعہ علماء کی کتب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابو طالب شیعہ علماء کے نزدیک بھی کفر پر مرا،اور ان کی شفاعت بھی نہیں کی جائے گی،اور ساتھ ہی شیعہ کا یہ عقیدہ بھی واضح ہوا کہ ان شیعہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین بھی جہنم میں داخل کئے جائیں گے نعوذ باللہ من ذالک حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارہ میں اہل السنہ "اہل الحدیث"سکوت اختیار کرتے ہیں

احناف اور دعویٰ اجماع تین طلاق

: ابو فرقان محمدی حفظہ اللہ

احناف کا دعوی ہے کہ تین طلاقوں کے واقع ہونے پر امت کا اجماع ہے،وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے تین طلاقوں کو نافذ کیا تو کسی
صحابی اور تابعی اس معاملے میں ان کی مخالفت نہیں کی،گویا احناف کے نزدیک اس مسئلے میں صحابہ کرام اور امت مسلمہ کا اجماع ہے، عوام کو دراصل اسی اجماع کے بھاری بھر کم لفظ سے دھوکہ دیا جاتا ہے،حلانکہ یہ صحیح نہیں....کیونکہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کا مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے بعد بھی کبھی بھی متفق علیہ نہیں رہا بلکہ اس میں اول روز ہی سے اختلاف پایا جاتا ہے جس کا اعتراف خود علماء احناف نے بھی کیا ہے چنانچہ ازری نے اپنی کتاب ،،معلم،، میں امام محمد بن مقاتل حنفی کی یہ روایت نقل کی ہے:
طلاق ثلاثہ جو ایک ساتھ ہوں وہ ایک رجعی کے حکم میں ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ایک قول یہی ہے امام طحاوی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے یعنی کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدے تو وہ ایک ہی شمار ہوگی امام نووی شافعیؒ نے بھی لکھا ہے یعنی علماء اسلام کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے اپنی بیوی سے انت طالق ثلٰثا کہا نیز امام طاؤسؒ اور بعض ظاہریہ نیز حجاجؒ بن ارطاۃ اور محمد بن اسحٰق جیسے اجلہ امت بھی اسی کے قائل تھے ہندوستان کے مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحہ لکھنوی عمدہ الرعایہ جلد 2صفحہ 71 میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک رجعی ہونے کی بابت امت کے ایک گروہ کی رائے نقل فرماتے ہیں یعنی دوسرا قول یہ ہے کہ شوہر اگر تین طلاق دیدے تب بھی ایک رجعی ہی پڑے گی اور یہ وہ قول ہے جو بعض صحابہ سے منقول ہے اور امام داؤد ظاہری اور ان کے متبعین اسی کے قائل ہیں اور یہی امام مالک اور امام احمد کے بعض اصحاب کا بھی قول ہے

امام شوکانی نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک رجعی ہونے کا فتویٰ حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، امام طاؤس، امام عطاء، جابر بن یزید، ہادی، قاسم، ناصر، احمد بن عیسیٰ، عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ، ابن تیمیہ، ابن قیم کی طرف منسوب کیا ہے ابن مغیث نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام سے بھی نقل کیا ہے اور مشائخ قرطبہ جیسے محمد بن تقی، محمد بن عبدالسلام وغیرہ کی ایک جماعت کا بھی فتویٰ اسی قول سے نقل کیا ہے "نیل الاوطار" مذکورہ تفصیلات سے ہر انصاف پسند پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر امت کا اجماع ثابت نہیں ،بلکہ یہ مسئلہ عہد فاروقی کے بعد نسلا بعد نسل اور خلفا عن سلف مختلف فیہ رہا اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو برسوں کے پہلے تک یہ مسئلہ نزاع و اختلاف سے دوچار نہیں ہوا،اس وقت تک پوری امت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی شمار کرتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکنامہ پر عام صحابہ و تابعین نے محض سکوت اختیار کیا تھا اس کا مطلب تھا کہ وہ خلیفہ کو امت کی اپنی مصلحت و مفاد کا مجاز سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تین طلاقوں کے ایک رجعی ہونے کا فتویٰ دیتے رہے

اسی طرح حضرت زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف بھی، اور تابعین میں حضرت عکرمہ اور طاؤس کا بھی یہی عمل تھا، اور تبع تابعین میں محمد بن اسحٰق، خلاس بن عمرو اور حارث اور ان کے بعد داؤد بن علی اور ان کے اصحاب نیز امام مالک کے بعد اسحٰق اور بعض حنفیہ اور امام احمد کے بعض اصحاب بھی اس طرح ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک رجعی ہونے پر امت کا اجماع قدیم تھا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور قیاس سے ثابت ہے اس اجماع کے خلاف امت کا کوئی دوسرا اجماع ثابت نہیں اور یہ کیسے ممکن بھی تھا کہ حضرت عمر کا ایک تعزیری و سیاسی حکم جو بعض وقتی مصالح کی بنیاد پر تھا اور جس کی تشہیر کماحقہ ممکن بھی نہیں تھی کیونکہ اکثر صحابہ اپنے وطن سے دور ہزاروں میل پر جہاد میں مصروف تھے اور جنہیں اس فتوے کی مطلقا خبر نہ تھی وہ امت کے اجماع قدیم ہی پر قائم رہے کتاب اللہ کی واضح آیات اور رسول اللہ ﷺ کے دو ٹوک فیصلے اور عہد نبوی سے عہد فاروقی کے ابتدائی دو برسوں تک ہزارہا ہزار صحابہ و تابعین ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے رہے اس کے مطابق فتویٰ بھی دیتے تھے اور اسی پر عمل بھی کرتے تھے ان میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف ثابت نہیں۔

لہذا ان حقائق کو نظرانداز کر کے کس طرح اس کے خلاف امت کے اجماع کا دعویٰ کیا جاتا ہے اسی طرح متعدد حنفی علما نے اس اجماع کو تسلیم نہیں کیا ،اس دعوی کی تردید میں اپنی آرا کا اظہار کیا ہے،چنانچہ شارح بخاری جناب علامہ بدر الدین عینی حنفی رقم طراز ہیں:

وضع البخاري هذه الترجمة إشارة إلى أن من السلف من لم يجوز وقوع الطلاق الثلاث

وفيه خلاف فذهب طاووس ومحمد بن إسحاق والحجاج بن أرطأة والنخعي وابن

مقاتل والظاهرية إلى أن الرجل إذا طلق امرأته ثلاثا معا فقد وقعت عليها واحدة

عمدة القاری:کتاب الطلاق جلد14 صفحہ: 234

اس مسئلے میں علما کے مابین اختلاف ہے،امام طاوس محمد بن اسحاق،حجاج بن ارطاۃابراہیم نخعی"امام ابوحنیفہ کے استاد"ابن مقاتل اور ظاہریہ اس طرف گئے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاق دے دےتو وہ ایک شمار ہوگی

امام طحاوی حنفی احناف کے جلیل قدر عالم بیک وقت طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فذهب قوم إلى أن الرجل إذا طلق امرأته ثلاثا معا فقد وقعت عليها واحدة

إذا كانت في وقت سنة وذلك أن تكون طاهرا في غير جماع واحتجوا في

ذلك بهذا الحديث

طلاق ثلاثہ کے بارے ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ مرد جب اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی جب کہ وقت سنت میں،یعنی اس وقت دی گئی ہو جب وہ عورت پاک ہواور اس سے ہم بستری نہ کی گئی ہواور دلیل ان کی یہی حدیث ہے"حدیث ابن عباس"

شرح معانی الآثار: باب لارجل یطلق امراتہ ثلاثا معا،جلد:3 صفحہ:55

احناف کے سر خیل جناب مولانا عبد الحہ لکھنوی نے اس مسئلے میں اجماع کے دعوی کو توڑا ہے،چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس مسئلے میں اختلاف ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب آدمی ایک ساتھ تین طلاق دے دے تو وہ ایک رجعی طلاق شمار ہوگیاور یہی موقف بعض صحابہ کرام سے منقول ہےاور اسی کے قائل داود ظاہری اور ان کے متبعین ہیں اور ایک قول کے مطابق یہی مذہب امام مالک اور امام احمد کے بعض اصحاب کا ہے

عمدۃ الرعایۃ

قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی مشہور و معروف مفسر گزرے ہیں ،چناچہ وہ اس ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فکان القیاس ان لا یکون الطلقتین المجتمعتین معتبرۃ شرعا وإذا لم یکن الطلقتین معتبرۃ لم یکن الثلاث مجتمعۃ معتبرۃ بالطریق الاولی

پس قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ دو مجموعی طلاقیں شرعامعتبر نہ ہوں اور جب دو مجموعی"اکٹھی" طلاقیں معتبر نہ ہوں گی تو بیک وقت تین طلاقیں بطریق اولی معتبر نہ ہوں گی۔

التفسیر المظھری:سورۃ البقرہ 229

اس طرح جناب عبد الحلیم قاسمی صاحب"مرکزی صدر جمیعت علمائے احناف پاکستان"اپنے ایک خط میں رقم طراز ہیں:

حضور اکرم کے دور میں ایک اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جائیں گی اور آپ نے رجوع کا حکم دیا۔

لہذا جو لوگ ایک تین طلاق کو ایک شمار کرتے ہیں تو حضور پاک کے فیصلے کے مطابق فتوی دیتے ہیں،یہ فتوی صحیح و درست ہے،حضور کے فیصلے کے بعد کسی دوسرے فیصلے کی اول تو ضرورت ہی نہیں ہےاگر ہے تو اس کے مطابق عمل کیا جائےنہ کہ مخالفت میں الحمد للہ میری تحقیق اور فتوی یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ فی مجلس واحد میں خاوند رجوع کر سکتا ہےکوئی حرج نہیں اہل حدیث حضرات کا فتوی صحیح ہے اور رجوع درست ہے،یہی پاکستان، مصر سوڈان اور لیبیا کا قانون ہے

ایک مجلس میں تین طلاق اور ان کا شرعی حل صفحہ:182

علامہ طحطاوی حنفی تین طلاقوں کے بارے وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وانہ کان فی الصدر الاول اذا ارسل ثلاثۃ جملۃ لم یحکم الا بوقوع واحدۃ الی زمن عمر ثم حکم بوقوع الثلاثۃ سیاستا لکثرتہ

حاشیۃ در مختار: جلد:2 صفحہ:105

پہلے زمانے میں تا خلافت عمر جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی قرار دی جاتی ،پھر جب لوگ بکثرت ایسا کرنے لگے تو آپ نے سیاسا تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کا حکم نافذ کر دیا۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احناف کا یہ دعوی کرنا کہ اس مسئلہ میں امت کا اجماع ہےسراسر بے بنیاد اور حقیقت کے منافی بات ہے،بلکہ اس بارے میں تو علمائے احناف بذات خوداختلاف کا شکار ہیں،جس کا ثبوت مندرجہ بالا حوالہ جات ہیں

منکرین حدیث اور احناف کے کارنامے

حیدر علی سلفی حفظہ اللہ

فتنہ انکار حدیث،ایک تاریخی فتنہ ہے محدثین نے اس فتنہ کے سد باب کے لیے بہت سے اصول و ضوابط قائم کئے ہیں،لیکن برصغیر پاک و ہند میں فتنہ انکار حدیث غیر معمولی تعداد میں بڑھا ہے جس کی بنیاد ہمارے حنفی مولویوں نے رکھی ہے۔ منکرین حدیث جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صرف قرآن مجید کی آیات ہی سے عقائد و مسائل کو حل کریں گے،ان کو احادیث نبویہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا مغالطہ پیدا کیا جاتا ہے کہ فقہاء ، خاص طور پر فقہائے احناف مسائل کے استنباط کے لیے حدیث کی بجائے قرآن مجید کو ترجیح دیتے ہیں احناف نے منکرین حدیث کی کتنی معاونت فرمائی ہے اس کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کو ہر نماز میں مقتدی ہو یا امام ، جہری نماز ہو یا سری نماز ہو نمازی کے لیے لازم قرار دیا ہے اور یہ حکم حدیث متواترہ سے ثابت ہے جبکہ احناف ان احادیث کو رد کرنے کے لیے قرآن کا سہارا لیتے ہیں اور معنوی تحریفات کرتے ہوئے کہتے ہیں

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ الاعراف آیت:204

اور جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

ذرا غور فرمائیں ، قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا فقہاء احناف پر نازل نہیں فرمایا،اور قرآن مجید کے احکام بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیئے کوئی بھی کمی باقی نہیں رہی۔سورہ فاتحہ کے امام کے پیچھے پڑھنے کی احادیث کے لیے ملاحظہ فرمائیں کتاب القراۃ امام بخاری ، کتاب القراۃ امام بیہقی، توضیح الکلام،خیر الکلام ،اب ان احادیث کو رد کرنے کے لیے قرآن مجید کا سہارا لیا گیا ہے اور یہی روش منکرین حدیث بھی اختیار کرتے ہیں

حنفی خود بھی اس آیت پر عمل نہیں کرتے، ان کا مولوی فاتحہ پڑھ بھی رہا ہوتا ہے اور پیچھے مقتدی ثناء سبحانک اللھم الخ بھی پڑھ رہا ہوتا ہے،حالت تشہد میں قرآن مجید کی آیات دعاؤں میں مولوی صاحب بھی پڑھ رہا ہوتا ہے اور پیچھے مقتدی بھی وہی قرآن مجید کی آیات دعاؤں میں پڑھ رہا ہوتا ہے اس وقت مذکورہ بالا آیت بالکل بھول جاتی ہے۔یاد رہے حنفی سری نماز میں بھی قرات فاتحہ کے قائل نہیں ہیں کیسی فقہاہت ہے و اذا قری القرآن صرف فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے سے روکتی ہے باقی مقتدی جو مرضی پڑھے کوئی منع نہیں

دوسری مثال

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازوں میں اونچی آمین کہنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم بھی حدیث متواترہ سے ثابت ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فعل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے،جبکہ احناف ان احادیث کو رد کرنے کے لیے قرآن کا سہارا لیتے ہیں اور معنوی تحریفات کرتے ہوئے کہتے ہیں

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ الاعراف آیت: 205

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ الاعراف آیت: 55

کہتے ہیں آمین دعا ہے، آمین اللہ کا نام ہے ، اور قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کو آہستہ پکارا جائے ، یہ بات آج کے مقلد مولوی کو معلوم ہو گئی معاذاللہ سیدنا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے مخفی رہی؟ کہ آمین اللہ تعالی کا نام ہے اور اس کو آہستہ آہستہ پڑھنا ہے!

آمین اللہ تعالی کا نام ہے اور اللہ کا ذکر اگر آہستہ کہنے کا حکم ہے تو پھر اذان کے کلمات آہستہ آہستہ کیوں نہیں پڑھتے؟اقامت کو اونچی آواز میں کیوں ادا کیا جاتا ہے؟نماز کے بعد اجتماعی دعا بلند کیوں مانگی جاتی ہے؟وہاں پہ ان سب کی فقہاہت کہاں جاتی ہے؟یہ سارے انکار حدیث کے پروپیگنڈے ہیں۔

تیسری مثال

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رفع الیدین کرتے اور یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سےہمیشہ ثابت ہے دائمی طور پر حدیث متواترہ سے ثابت ہے۔اس مبارک فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک ، نسخ ، ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، جبکہ احناف ان احادیث کو رد کرنے کے لیے قرآن کا سہارا لیتے ہیں اور معنوی تحریفات کرتے ہوئے کہتے ہیں

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ المؤمنون آیت:2،1

اس آیت کو پیش کر کے حنفی کہتے ہیں کہ، اس آیت میں خشعون سے مراد نماز میں عند الرکوع و بعد کا رفع الیدین نہ کرنے والے ہیں ، یاد رہے اس کے لیے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف منسوب تفسیر پیش کی جاتی ہے، جو بغیر سند کے ہے اس تفسیر کی سند ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ تک نہیں جاتی، اب سوال یہ ہے کہ حنفی نماز شروع کرتے وقت مذکورہ رفع الیدین کرتے ہیں، وتر کی تیسری رکعت میں، تکبیرات عیدین میں بھی رفع الیدین کرتے ہیں۔

وہ کونسی آیت ہے جو عند الرکوع و بعد اور تیسری رکعت کے رفع الیدین کو منسوخ کر کے افتتاح الصلاۃ ، عند الوتر،اور تکبیرات عیدین کی رفع الیدین کو دوام بخشتی ہے؟
کیونکہ حنفی اس آیت کے ان مقامات پر منکر ہیں۔
اس کے علاوہ کئی ایسی مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ احناف نے منکرین حدیث کا دست و بازو بن کر ان کو کتنی سہولیات فراہم کی ہیں۔

قرآن مجید کے بعد شریعت کا دوسرا بڑا ماخذ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے،قرآن مجید الفاظ ہیں اور حدیث نبوی ان الفاظ کا معنی و تشریح ہے
قرآن کے مفہوم و مدعا اور اس کےاحکام کی جو تشریح اللہ تعالی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل کی گئی تھی اس تشریح کو جاننے کا ذریعہ ہمارے پاس حدیث نبوی کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔
اگر قرآن کے احکام و فرامین، اُس کے اشارات، اُس کے الفاظ اور اس کی مخصوص اصطلاحات کا جو مفہوم و مدعا حضورؐ کو سمجھایا جاتا تھا'وہ قرآن ہی میں ہی درج ہوتا تواس آیت کا کیا مطلب ہے۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ القیامہ آیت : 19

'قرآن' کے معانی سمجھانا ہمارے ذمہ ہے
اگر حدیث جو قرآن مجید کی شرح ہے کی الگ سے ضرورت نہ ہوتی تو پھر قرآن ہی میں مل جاتا۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مطالبِ قرآن کی تفہیم و تشریح جو اللہ کے نبی کی طرف سے کی جاتی تھی وہ بہر حال الفاظِ قرآن کے علاوہ ،یعنی احادیث نبوی ہی ھی۔
جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں، وہ صرف قرآن کے الفاظ کو قبول کرتے ہیں اور ان الفاظ سے قرآن کی مراد کو نکال کر اپنی مراد ڈال دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ رافضیت، حنفیت، معتزلہ قادیانیت، پرویزیت، وغیرہ - جیسی جتنی فکری گمراہیاں ہیں، سب کی بنیاد قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے، اور قرآن مجید کو ھدایت کی بجائے گمراہی کا سبب بنا لیا جاتا ہےجب اس کے معنی یعنی حدیث جو قرآن مجید کی وضاحت ہے اس کا انکار کر دیا جائے ۔
پھر صرف الفاظ رہ جاتے ہیں، پھر گمراہ لوگ ان الفاظ کی معنوی تحریفات سے جو کھیل کھیلنا چاہیں، کھیل سکتے ہیں ۔ کیونکہ حدیث کی موجودگی میں قرآن کریم کی کوئی نئی من مانی تعبیر وتشریح ممکن ہی نہیں ہے۔

مقام حدیث

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا ماخذ ہے۔ قرآن مجید پڑھنے سے کئی مقامات پر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کا علم ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی طرح اس کی حیثیت بھی مسلم ہے۔ اس کا انکار گویا قرآن مجید کا انکار ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ "وہ انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔"

حکمت سے یہاں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہے۔ اکثر ائمہ حدیث اور علمائے سلف نے یہی مراد لی ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الرسالۃ" میں لکھتے ہیں ففرض اللہ علی الناس اتباع وحیہ وسنن رسولہ فقال في کتابہ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَيُزَكِّيهِمْ. إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ الرسالہ جزء اول صفحہ: 73

اللہ تعالی نے لوگوں پر وحی کی اطاعت فرض کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ضروری قرار دی ہے۔ آیات قرآنی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا میں اللہ تعالی نے جس کتاب کا ذکر کیا وہ قرآن مجید ہے اور جس حکمت کا ذکر فرمایا۔ میں نے قرآن کا بہت زیادہ علم رکھنے والوں سے سنا ہے، کہتے تھے کہ یہاں حکمت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت "حدیث" ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ، سورۃ النجم

وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتے وہ تو ایک پیغام ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا سورۃ البقرۃ

"اور جو کچھ تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے تم کو منع کریں رک جاؤ۔"

اسی طرح کئی آیات قرآنیہ سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت متعین ہو جاتی ہے۔

منکرین احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی انداز سے احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود احادیث کو لکھنے سے منع فرما دیا تھا حالانکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا تو وہ بھی احادیث ہیں، ان احادیث کی حیثیت کیا ہو گی۔۔۔ انہیں کیونکر تسلیم کر لیا جاتا ہے؟ محدثینِ عظام اس بات کے قائل ہیں کہ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے شروع ہو گئی تھی۔

حدیث کو نہ لکھو دلائل کا جائزہ

پہلی دلیل

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَكْتُبُوا عَنِّي ، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ، وَحَدِّثُوا عَنِّي ، وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ قَالَ هَمَّامٌ: أَحْسِبُهُ قَالَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ "

صحیح مسلم حدیث رقم : 3004

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "مجھ سے سن کر قرآن کے علاوہ اور کوئی چیز نہ لکھو۔ جس کسی نے قرآن کے علاوہ کوئی چیز لکھی ہو وہ مٹا دے۔" ہمام کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، تو وہ پنا ٹھکانا دوزخ بنا لے۔"

یہ حدیث کی دیگر کتابوں میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ حدیث ہے ،، لاتکتبو عنی شیئا الاالقرآن فمن کتب عنی شیئا غیرہ فلیمحہ،،

"مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو، جس نے کچھ لکھا ہو وہ مٹا دے۔"

سنن دارمی کے اصل الفاظ "شیئا غیر القران فلیمحہ" ہیں عدمِ کتابتِ حدیث کی سب سے بڑی دلیل مندرجہ بالا حدیث ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین اس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول بتاتے ہیں۔ فتح الباری میں ہے:

منھم من اعل حدیث ابی سعید وقال الصواب وقفہ علی ابی سعید قال البخاری

فتح الباری جلد1 صفحہ: 185

"کچھ لوگوں نے حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کو معلول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابی سعید رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ بات نہ ہو، تو بھی الفاظِ حدیث پر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مطلب ہے، قرآن کے ساتھ ملا کر کسی بھی چیز کو نہ لکھا جائے تاکہ خلط ملط نہ ہو جائے۔

مناسب یہ ہے کہ اس سلسلے میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی دیگر احادیث بھی بیان کر دی جائیں۔

دوسری دلیل

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ: «اسْتَأْذَنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الكِتَابَةِ فَلَمْ يَأْذَنْ لَنَا»: «وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الوَجْهِ أَيْضًا عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ» رَوَاهُ هَمَّامٌ ،

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

جامع الترمذی جلد:2صفحہ:102

"حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ اس کے علاوہ یہ حدیث زید بن اسلم سے بھی مروی ہے۔"

یہی حدیث اور مقام پر الفاظ کی ذرا مختلف الفاظ سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ:

"اسْتَأْذَنَّا النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ان یکتبوا عنہ فَلَمْ يَأْذَنْ لَنَا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے لکھنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی۔" سنن دارمی کے حاشیہ پر اس کے متعلق لکھا ہے:

وقد قیل انما نھی ان تکتب الحدیث مع القرآن فی صفحہ واحدۃ فیختلط بہ فیشتبہ

سنن دارمی جلد1 صفحہ:99

کہ "حدیث کو قرآن مجید کے ساتھ ایک ہی صفحہ پر لکھنے سے منع فرمایا تاکہ اشتباہ پیدا نہ ہو جائے۔"

علامہ خطابی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

انا نھی ان یکتب الحدیث مع القران فی صفحہ واحدۃ لئلا یختلط بہ ویشتبہ

علی القاریٔ معالم السنن جلد: 1صفحہ:246

"ایک صفحہ میں قرآن کے ساتھ حدیث لکھنے سے اس لیے منع فرمایا تاکہ التباس نہ ہو اور قاری پر مشتبہ نہ ہو۔" نیز تفصیلاً وضاحت آگے آ رہی ہے

خود حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ابو نضرہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا:

"قال اردتم ان تجعلو قرآنا؟ لا لا۔"

جامع بیان العلم جلد: صفحہ: 64

"کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اسے قرآن بنا لو؟ نہیں، نہیں"؟

ایک اور روایت ابونضرہ ہی سے ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کہا، جو کچھ ہم آپ سے سنتے ہیں اس کو لکھ لیا کریں؟ تو آپ نے فرمایا:
"اتریدون ان تجعلو ھامصاحف؟ایضا"
"تم اس کو مصاحف بنانا چاہتے ہو؟"
تعلیق علوم الحدیث میں حدیثِ ابو سعید رضی اللہ عنہ پر تبصرہ اس طرح کیا گیا ہے کہ:
فاحسبہ انہ کان متنوعااول الھجرۃ وحین کان لایئومن الاشتغال بہ عن القرآن

تعلیق علوم الحدیث کے صفحہ: 9
"میرا خیال ہے کہ آغازِ ہجرت میں ممنوع تھا، بالخصوص اس وقت جب کہ اس میں لگ کر قرآن سے ہٹ جانے کا امکان تھا۔"
ایک اور حدیث نے ان احادیث کی مزید وضاحت کی ہے کہ ممانعت اس وجہ سے تھی کہ قرآن مجید کے ساتھ اختلاط حدیث نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لکھ رہے تھے۔ فرمایا، "کیا لکھ رہے ہو؟" ہم نے کہا، "وہ باتیں جو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم کتاب اللہ کے سوا کوئی اور کتاب چاہتے ہو؟ تم سے پہلی امتوں کو اس کے سوا کسی چیز نے نہیں گمراہ کیا کہ انہوں نے کتاب اللہ کے ساتھ دیگر کتابیں بھی لکھ لیں۔"
مسند احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ
علامہ احمد شاکر نے بھی حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کو بالکل ابتداء میں بیان کیا ہے اور کتابت کے متعلق لکھا ہے کہ پوری امت کا مجتمع ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ فیصلہ یہی ہے اور اجتماع تواتر سے ثابت ہے، اگر حدیث ابی سعید ان (کتابت) احادیث کے بعد ہوتی تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کو پتہ ہوتا۔
الباعث الحثیث صفحہ: 123
دوسری دلیل
حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، قَالَ: دَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَسَأَلَهُ عَنْ حَدِيثٍ فَأَمَرَ إِنْسَانًا يَكْتُبُهُ، فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا أَنْ لَا نَكْتُبَ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِهِ» فَمَحَاهُ

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے زید رضی اللہ عنہ سے کسی حدیث کے متعلق پوچھا اور کسی آدمی کو حکم دیا کہ وہ لکھے۔
حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی احادیث لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ تو اُس نے اُن کو ہٹا دیا۔"
یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس میں کثیر بن زید حزنی پر کلام کیا گیا ہے۔
عون المعبود جلد:3 صفحہ:356
اس کے علاوہ مطلب بن عبداللہ مرسل روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوئی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:
کثیر التدلیس والارسال من الرابعہ
تقریب التھذیب جلد: 2صفحہ:254
اس حدیث پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ اس میں دو راویوں پر کلام کیا گیا ہے۔
تیسری دلیل
عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا» وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اُمی (ان پڑھ) امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ مہینہ انگلیوں کے اشارے سے اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے اور تیسری دفعہ انگوٹھے کو بند لیا 29 دن کی طرف اشارہ کیا۔"
اس حدیث کا کتابتِ حدیث کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس کو اگر کتابتِ حدیث پر لاگو کیا جائے تو قرآن مجید کی کتابت پر بھی اس کا اطلاق ہو گا۔ اصل میں یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہمارے ہاں لکھنے کا رواج کم ہے۔ ہم مہینے کے دنوں کی گنتی اس طرح سے انگلیوں پر کر لیتے ہیں۔
زیادہ تر عرب لوگوں کا رجحان حافظے پر تھا۔ گھوڑوں کی نسلوں کے ان کو نسب یاد ہوتے تھے۔ لکھنے کو وہ انسان کے حافظے کی کمزوری کی علامت سمجھتے تھے۔ بلکہ یہ ان کی ضرب المثل تھی:

اکتبو ا علی الحناجر ولو بالخناجر
"شہ رگوں پر لکھ لو خواہ خنجروں سے لکھنا پڑے۔"
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عمر بن ابی ربیعہ کا قصدیہ ایک دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا جس کے ستر شعر تھے۔
قرآن مجید نے رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی الامی کا لقب دیا ہے۔ سورہ الاعراف: 158 اور "بعث فی الامیین رسولا " کہا ہے، سورہ الجمعۃ: 2 لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کاتبینِ وحی موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود قرآنِ مجید لکھواتے۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل ہی عرب میں لکھنے کا رواج شروع ہو گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کتابت سے متعلق نہیں بلکہ ویسے مہینے کے دنوں کی گنتی کے متعلق ہے۔ اس کو کسی محدث نے بھی کتابتِ حدیث میں درج نہیں کیا۔
چوتھی دلیل
وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَكْتُبُوا عَنِّي إِلَّا الْقُرْآنَ، فَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.
رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَفِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ
مجمع الزوائد منبع الفوائد جلد:1 صفحہ:151
"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو، جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہو وہ مٹا دے۔ بنی اسرائیل سے بیان کرو کوئی حرج نہیں۔" اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہیں۔"
اس حدیث کی صحت پر مزید جرح کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ جب کہ اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔ تاہم اس پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہ اس لیے ہے کہ قرآن کے ساتھ التباس نہ ہو۔ جس طرح کہ پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھی جا چکی ہے اس میں مطلق ممانعت نہیں بلکہ عام لوگوں کو روکا گیا ہے۔ جب کہ خاص لوگوں کو اجازت دی۔

پانچویں دلیل

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يَعْنِي الْخُدْرِيَّ قَالَ: «كُنَّا قُعُودًا نَكْتُبُ مَا نَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ: "مَا هَذَا تَكْتُبُونَ؟" فَقُلْنَا: مَا نَسْمَعُ مِنْكَ، فَقَالَ: "أَكِتَابٌ مَعَ كِتَابِ اللهِ؟ أَمْحِضُوا كِتَابَ اللهِ وَأَخْلِصُوهُ". قَالَ: فَجَمَعْنَا مَا كَتَبْنَاهُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ أَحْرَقْنَاهُ بِالنَّارِ، فَقُلْنَا: أَيْ رَسُولَ اللهِ، نَتَحَدَّثُ عَنْكَ؟ قَالَ: "نَعَمْ، تَحَدَّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ". قَالَ: قُلْنَا: أَيْ رَسُولَ اللهِ، أَنَتَحَدَّثُ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟؟ قَالَ: "نَعَمْ، تَحَدَّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، فَإِنَّكُمْ لَا تُحَدِّثُونَ عَنْهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا وَقَدْ كَانَ فِيهِمْ أَعْجَبَ مِنْهُ، قُلْتُ: لَهُ حَدِيثٌ فِي الصَّحِيحِ بِغَيْرِ هَذَا السِّيَاقِ رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنتے تھے اس کو بیٹھ کر لکھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا، یہ کیا لکھ رہے ہو؟" ہم نے کہا "جو کچھ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ اور کتاب لکھتے ہو؟ اللہ کی کتاب کو خالص رکھو۔" حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا "جو کچھ ہم نے لکھا تھا اسے ایک میدان میں جمع کیا پھر اسے جلا دیا۔ ہم نے کہا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ سے ہم بیان کریں؟" فرمایا "ہاں مجھ سے بیان کرو کوئی حرج نہیں۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔" امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہیں۔"

مذکورہ ضعف کی بنا پر اس پر تبصرہ مناسب نہیں۔ تاہم حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لوگوں کو قرآن کے ساتھ لکھنے سے منع فرما دیا تھا تاکہ التباس نہ ہو۔ لیکن جب اس التباس کا خدشہ نہ رہا تو اجازت دے دی۔

ذیل میں آپ نے ان احادیث کا جائزہ لیا، جن کو بنیاد بنا کر منکرین حدیث اعتراضات کرتے ہیں، اور ان دلائل کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمائی اب اختصار کے ساتھ دلائل کو پیش کیا گیا ہے تاکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کے بارہ میں آگاہی حاصل کی جا سکے۔

پہلی دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ خزاعہ نے اسے اپنے ایک مقتول کے بدلے میں فتح مکہ کے سال، بنو لیث کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔ "اللہ تعالیٰ نے مکہ سے قتل "یا اصحابِ) فیل کو روک لیا "امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیل کا لفظ استعمال کیا یا قتل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل ایمان کو اہل مکہ پر مسلط کر دیا۔ حرم کو نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال کیا گیا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال کیا جائے گا۔ میرے لیے دن کے چند گھنٹوں کے لیے حلال کیا گیا اور پھر حسبِ سابق حرام ہو چکا ہے۔ حدودِ حرم میں نہ لفظ؟؟؟ کو توڑا جائے نہ درختوں کو کاٹا جائے نہ یہاں کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ البتہ اس شخص کو اجازت ہے جو گری ہوئی چیز کو شہرت دینا چاہتا ہو۔ جس قوم کا کوئی شخص مارا جائے اس کو دو ہاتھوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو قاتلوں سے قصاص لے لیں یا دیت لے لیں۔"

اس پر اہل یمن میں سے ایک شخص ابوشاہ نے عرض کی: "اکتب لی یارسول اللہ"
"یا رسول اللہ "یہ اباتیں" میرے لیے لکھ دیجئے ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اکتبو لابی شاہ"
"ابوشاہ کو لکھ دو۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، "صرف اذخر کی اجازت دے دیں، اس کو ہم گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے "اکتب لی یارسول اللہ" کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے بتایا کہ: "ھذہ الخطبۃ التی سمعھا من رسول اللہ"
یہ وہ خطبہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا تھا۔"

یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم اور کتاب اللقطۃ دونوں میں کچھ تغیرِ الفاظ سے لکھی ہے۔ دونوں کو ملا کر یہاں درج کی گئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یوں تبصرہ کیا ہے: "بھذا تظھر مطابقۃ ھذا الحدیث للترجمۃ"

"اس سے اس حدیث کے باب سے مطابقت ظاہر ہوتی ہے۔" امام عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ھذا دلیل صریح علی جواز کتابۃ الحدیث "یہ کتابتِ حدیث کے جواز پر صریح دلیل ہے۔"،تحفۃ الاحوذی جلد: 3صفحہ: 375

یہ حدیث صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں بھی ہے۔ جامع بیان العلم صفحہ:21 ابوداؤد

اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ حکم کہ "ابوشاہ کو لکھ دیں" اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ابتداء میں قرآن مجید سے اشتباہ کی بناء پر کتابتِ حدیث سے روکا تھا جس کی وضاحت کر دی گئی ہے اور آگے مزید آ رہی ہے والحمدللہ، اور بعد میں اجازت بھیدے دی تھی۔ 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا یہ اُس کے بعد کا واقعہ ہے۔

دوسری دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "مامن اصحاب النبی احد اکثر حدیثا منی الا ماکان من عبداللہ بن عمر فانہ کان یکتب والااکتب ، صحیح بخاری جلد:1صفحہ: 22

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور صحابی رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ حدیثیں بیان نہ کرتا۔ وہ لکھتے تھے۔ میں نہیں لکھ سکتا تھا۔ یہ حدیث بھی دیگر کتب احادیث میں ہے۔ "وکنت لا اکتب ھذا حدیث حسن صحیح "میں نہیں لکھتا تھا۔" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ترمذی جلد:2 صفحہ:107

اس کے علاوہ دیکھئے سنن دارمی جلد:1 صفحہ:103، جامع بیان العلم صفحہ:70

یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ کتابت حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحابی لکھتے تھے۔ ممانعت ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیتے۔ فتح الباری میں اس کے متعلق یوں لکھا ہے :

یہ روایت صحیح مسلم والی ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعارض ہے۔ ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ نہی نزولِ قرآن کے التباس کی وجہ سے کی گئی ہے۔ التباس کا خطرہ نہ رہا تو اجازت دے دی۔ یا ایک صفحہ پر قرآن مجید کے ساتھ کسی چیز کے لکھنے سے نفی خاص ہے اور الگ اجازت تھی۔ یا نہی مقدم ہے اور اذن ناسخ ہے یا نہی اس کے لیے ہے جو صرف کتابتِ حدیث پر تکیہ کرے اور حفظ کو چھوڑ دے دوسرے کو اجازت ہے۔۔۔ روایت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو موقوف بھی کہا گیا ہے۔" فتح الباری جلد:1 صفحہ:185

بخاری کے علاوہ دیگر حدیث کی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ جو کہ اس حدیث کو مزید تقویت دیتی ہیں۔ اگرچہ اس کی اپنی حیثیت بھی مسلم ہے۔

تیسری دلیل

عن أبي جحيفة، قال: قلت لعلي بن أبي طالب: هل عندكم كتاب؟ قال: "لا، إلا كتاب الله، أو فهم أعطيه رجل مسلم، أو ما في هذه الصحيفة. قال: قلت: فما في هذه الصحيفة؟ قال: العقل، وفكاك الأسير، ولا يقتل مسلم بكافر"

"حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، "کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟" تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، "نہیں لیکن اللہ کی کتاب یا فہم جو مسلمان آدمی کو مل جائے یا جو اس صحیفہ میں ہے۔" میں نے پوچھا "اس صحیفہ میں کیا ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، "دیت اور قیدی کو آزاد کرنا اور مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کرنا"

اس حدیث کی صحت پر بھی گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔ بخاری کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔

چوتھی دلیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی حدیث مروی ہے۔ اس میں سراقہ بن مالک مدلجی کا واقعہ ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعاقب کیا۔ قریب گیا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی اور امن کا خط لکھنے کو کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

صحیح بخاری جلد:1 صفحہ:554، مسند احمد جلد:4 صفحہ:176، مستدرک حاکم جلد:3 صفحہ:7

یہ واقعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا ہے، اگر کتابت کی بالکل ممانعت ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اس کو امن کا پروانہ لکھ کر دیتے؟ یہ حدیث کتابت حدیث پر صریح دلیل ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک کو کسریٰ بن ہرمز کے کنگن پہنانے کی بھی پیش گوئی فرمائی ہے۔

پانچویں دلیل

اكتبوا لي من تلفظ بالإسلام من الناس»، فكتبنا له ألفا وخمس مائة رجل، فقلنا:

نخاف ونحن ألف وخمس مائة، رجل

صحیح البخاری رقم: 3060

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں سے جو آدمی زبان سے اسلام کا اقرار کرتا ہے، اس کا نام لکھ لو۔ تعمیل حکم میں ہم نے ایک ہزار پانچ سے "1500" آدمیوں کے نام لکھے۔"

یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ لیکن وہاں یہ الفاظ ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا:

"انخاف علینا و نحن مابین الست مائۃ الی السبع مائۃ"
"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں جب کہ ہم چھ سے سات سو تک ہیں۔"
دونوں احادیث اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں، صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق چھ سات سو صرف مدینہ کے آدمی تھے اور پندرہ سو کی تعداد میں مدینہ کے علاوہ ارد گرد کے مسلمان بھی شامل ہیں۔ صحیح مسلم ، شرح نووی جلد:1 صفحہ84، صحیح بخاری شرح ،مولانا احمد علی سہارنپوری جلد: 1 صفحہ:430

المختصر اس حدیث کی صحت کے بارے میں بھی شک کا کوئی امکان نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا حکم دیا اور پھر باقاعدہ لکھا گیا۔ اگر ممانعت ہوتی تو نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنھم لکھتے۔

چھٹی دلیل

وقال خارجة بن زيد بن ثابت، عن زيد بن ثابت: أن النبي صلى الله عليه وسلم أمره أن يتعلم كتاب اليهود حتى كتبت للنبي صلى الله عليه وسلم كتبه، وأقرأته كتبهم، إذا كتبوا إليه

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہود کا خط سیکھنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط لکھے اور جو وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھتے پھر وہ انہیں پڑھ کر سناتا۔"
حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا۔

محدثین پر اعتراضات کا جائزہ

امام بخاری اور ان کا چھ لاکھ احادیث کو جمع کرنا اس پر منکرین حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ محدثین کے پاس اتنی تعداد میں احادیث کہاں سے آ گئیں؟انہوں نے اس ذخیرے میں سے نوے فیصد ریجیکٹ کردیں۔ اس طرح کی عقلی اور نقلی باتیں کر کے، مجہول، اعداد و شمار پیش کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان میں سے زیادہ موضوع اور جعلی احادیث تھیں۔
اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان حضرات کو کس قدر احادیث ملیں اور ان میں سے انھوں نے کتنی احادیث کو منتخب کر کے اپنے مجموعہ میں داخل کیا۔
امام بخاری چھ لاکھ میں سے مکررات نکال کر صرف 2742 ۔
امام مسلم تین لاکھ میں سے صرف 6268 ۔
امام داؤد پانچ لاکھ میں سے 6800۔
امام ماجہ چار لاکھ سے صرف 6000۔
امام نسائی دو لاکھ میں سے صرف 6321
مقام حدیث صفحہ: 25

امام بخاریؒ کے بارہ میں طلوع اسلام کا مؤقف ہے"انھوں نے شہر اور قریہ بہ قریہ پھر کر چھ لاکھ کے قریب احادیث جمع کیں ان میں سے انھوں نے اپنے معیار کے مطابق صرف 7200 احادیث کو صحیح پایا اور انھیں اپنی کتاب میں درج کرلیا باقی پانچ لاکھ ترانوے ہزار کو مسترد کر دیا"

مقام حدیث، صفحہ:22

اس استدلال سے وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

"ذرا سوچیے کہ اگر امام بخاری پانچ لاکھ چورانوے ہزار احادیث کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ وہ ان کی دانست میں رسولؐ اللہ کی نہیں ہوسکتیں اور اس سے وہ منکر حدیث نہیں قرار پاتے تو اگر آج کوئی شخص ایک حدیث کے متعلق کہتا ہے کہ اس کی بصیرت قرآن کی رو سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہوسکتی تو وہ کافر اور خارج از اسلام کس طرح قرار پا سکتا ہے؟ وہ درحقیقت ایک جامع حدیث کے شاہد یا راوی کی روایت کے صحیح ہونے سے انکار کرتا ہے۔ ارشاد نبوی سے انکار نہیں کرتا"

مقام حدیث صفحہ: 52

اعتراض کی حقیقت

پہلی بات محدثین کی اصطلاح میں اگر ایک متن حدیث متعدد سندوں سے آیا ہے تو یہ متن اپنی ہر سند کے لحاظ سے ایک حدیث شمار ہوتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات فرمائی جو پانچ صحابہ کرام رضی للہ عنہ نے سنی، ہر صحابی نے اپنے پانچ شاگردوں کو وہ بات سنائی اس طرح تابعین تک اسکی پچیس اسناد بن گئیں اب اگر تابعی راوی اپنے دس شاگردوں کو روایت بیان کرے تو اس طرح اس حدیث کی دو سو پچاس اسناد بن گئیں۔ اس طرح امام بخاری کے زمانہ تک پہنچتے پہنچتے احادیث کا یہ ذخیر ہ کئی لاکھ حدیثوں کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ مثلاً مشہور حدیث "إنما الأعمال بالنیات" سات سو سندوں سے مروی ہے یعنی ایک حدیث کے سینکڑوں توابع و شواہد ہیں۔ فن حدیث میں یہ ایک حدیث نہیں بلکہ سات سو حدیثیں شمار ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب امام بخاری کی ایک ہی حدیث کی سندیں سینکڑوں تک پہنچتی ہیں توباقی روایات کے توابع و شواہد کی تعداد کہاں تک پہنچے گی۔ اس کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

تلقیح ابن جوزی، مقدمہ ابن صلاح، صفحہ :11

دوسری بات محدثین'حدیث' کا وسیع مفہوم لیتے ہوئے اس کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے آثار و اقوال پر بھی کردیتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری نے ایک لاکھ میں سے خالص مرفوع احادیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور اُسوۂ حسنہ پر مشتمل روایات کوچھانٹ لیا۔ظاہر ہے کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرزِ عمل اُمتِ اسلامیہ پر ایک بہت بڑا احسان ہے نہ کہ حدیث کے بارے میں وسوسہ اندازی کا موجب۔

تیسری بات امام بخاری کا طریقہ یہ تھا کہ جتنی سندوں سے کوئی واقعہ انہیں پہنچا تھا انہیں وہ اپنی شرائطِ صحت "یعنی سند کی صحت نہ کہ اصل واقعہ کی صحت" کے مطابق جانچتے تھے اور ان میں سے جس سند یا جن سندوں کو وہ سب سے زیادہ معتبر سمجھتے تھے ان کا انتخاب کر لیتے تھے مگر انہوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو حدیثیں انہوں نے منتخب کی ہیں بس وہی صحیح ہیں اور باقی تمام روایات غیر صحیح ہیں ۔ ان کا اپنا قول یہ ہے کہ "میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث داخل نہیں کی ہے جو صحیح نہ ہو، مگر بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں تا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

تاریخ بغداد، جلد: 2 صفحہ :9ء8، تہذیب النووی جلد1صفحہ:174، طبقات السکی جلد 2 صفحہ: 7

بلکہ ایک دوسرے مقام پر وہ اس کی تصریح بھی کرتے ہیں کہ "میں نے جو صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں وہ میری منتخب کردہ حدیثوں سے زیادہ ہیں۔" اور یہ کہ "مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں۔"

شروط الائمۃ الخمسہ، صفحہ: 49

یہی بات امام مسلم نے بھی کہی ہے۔ ان کا قول ہے "میں نے اپنی کتاب میں جو روایتیں جمع کی ہیں ان کو میں صحاح کہتا ہوں مگر یہ میں نے کبھی نہیں کہا کہ جو روایت میں نے لی ہے وہ ضعیف ہے۔" توجیہ النظر، صفحہ: 91

اس ساری وضاحت سے واضح ہوتا ہے کہ ایک لاکھ کی تعداد کو ڈرامائی نمونہ بنا کر پیش کرنا کس قدر تحریفانہ انداز ہے

احادیث کی کثرت کی وضاحت

سنن اور احادیث میں جو فرق ہے وہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔ سنن کا تعلق صرف رسول اللہ ﷺ کی ایک ذات سے ہے۔ جب کہ احادیث کا تعلق بیشمار صحابہ اور تابعین کے اقوال وافعال سے بھی ہے۔ لہٰذا احادیث کی تعداد سنن رسول ﷺ سے کئی گناہ زیادہ ہونا لازمی امر ہے۔جس کی مثال ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ:"انَّمَا الاَعمالُ بالنِّیَّات"ایک سنت قولی ہے۔ جب کہ احادیث کے لحاظ سے اس کا شمار سات سو 700 ہے۔ اس لحاظ سے بھی احادیث کی تعداد سنن سے بیسیوں گنا بڑھ جاتی ہے۔صحابہ آپ کو جیسے نماز پڑھتے دیکھتے ویسے ہی پڑھ لیتے۔یاجو گروہ باہر سے مدینہ آتے۔ آپ انھیں چند دن اپنے پاس ٹھہرا کر، جاتے وقت یہ وصیت کرتے کہ "صَلّوا کما رَاَیتُمُونِی اُصَلی

" نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"۔ صحیح البخاری: کتاب الاذان: باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ یا آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا خُذُوا عَنِّی مَنَاسِکَکُم۔ " مجھ سے حج کے ارکان کی ادائیگی کے طریقے سیکھ لو۔

سنن الکبریٰ للبیہقی۔ کتاب الحج: باب الایضاع فی وادی محسر جلد:5صفحہ:125

پھر جب صحابہؓ نے نماز،حج،روزہ،زکوۃ اور دوسرے احکام کے کوائف و تفصیلات کو روایت و کتابت کرنا شروع کیا تو انھیں چھوٹے چھوٹے ارشادات سے احادیث کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی -

احادیث نبوی کی کل تعداد

جسے عرف عام میں حدیث کہا جاتا ہے ان کی مجموعی تعداد 20 ہزار سے زائد نہیں, پھر بے شمار ایسی احادیث ہیں جو مختلف مجموعوں میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں۔ اس طرح ان کی اصل تعدادنصف سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ چنانچہ امام حاکم کی تحقیق کے مطابق صحاح ستہ کے علاوہ مسند احمد بن حنبل سمیت صحیح احادیث کی تعداد دس ہزار سے زیادہ نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں: ”اعلیٰ درجہ کی حدیثوں کی تعداد دس ہزار تک نہیں پہنچ پاتی“

لہذا علم حدیث اور اصول حدیث سے کورے حضرات سے گزارش ہے وہ یا تو اصول حدیث کی کی تعلیم حاصل کریں وگرنہ امت مسلمہ کی تباہی کا سبب نہ بنیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

صحیح بخاری دورِ نبوی ﷺ کے دو سو سال بعد لکھی گئی

یہ جو منکرین حدیث حضرات، چاہے وہ پرویزی ہوں یا غامدی، اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث کی تدوین تو نبی ﷺ کے دور کے دو سو سالوں بعد شروع ہوئی تو پھر احادیث دین میں حجت کیسے بن سکتی ہیں، کیا اس سے پہلے لوگ اسلام پر عمل نہ کرتے تھے جو آج احادیث کے بغیر اسلام پر عمل کرنا ناممکن ٹھہرایا جاتا ہے، تو یاد رکھیۓ کہ یہ اعتراض انتہائی لغو و فضول ہے۔ تدوین حدیث کرنے والے محدثین نے کوئی ہوا سے حدیثیں پکڑ کر اپنی کتابوں میں نقل نہیں کی تھیں، انکی نقل کردہ حدیثیں ان سے پہلے خیر القرون کے مسلمانوں میں رائج تھیں اور مسلمان فقہا و محدثین ان سے احتجاج کیا کرتے تھے۔ اس امت میں اس وقت چار فقہی مسالک کو عروج حاصل ہے: مالکی، شافعی، حنبلی اور حنفی۔ اما م ابو حنیفہ جو کہ فارسی النسل تھے ان کے علاوہ تینوں فقہا عربی النسل ہیں۔ امام مالک مدنی تھے، امام شافعی ہاشمی النسل مکی تھے اور احمد بن حنبل شیبانی تھی۔ آج بھی اور ان آئمہ کے زمانے میں بھی فقہ کا یہ اصول تھا کہ کتاب و سنت یا قرآن و حدیث دونوں کو مد نظر رکھ کر پیش آمدہ مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے اور یہ چاروں فقہ صحاح ستہ کی تدوین سے پہلے مرتب ہوچکی تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جن احادیث کو سامنے رکھ کر ان عربی النسل آئمہ فقہا نے اپنی اپنی فقہ مرتب کی تھیں وہ احادیث ان احادیث سے جو آئمہ صحاح نے اپنے مجموعوں میں درج فرمائی ہیں۔ کچھ مختلف ہیں یا نہیں، جب ہم اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں تو ہم کو نفی میں جواب ملتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ صحاح کے مصنفین کے ان احادیث کے جمع کرنے سے پہلے ہی یہ احادیث امت میں مقبول و مشہور تھیں اور ان ہی احادیث کی بنیاد پر ان محدثین سے پہلے کے فقہا اپنی فقہ مرتب کر چکے تھے۔

صحاح کے جامعین نے البتہ یہ کارنامہ ضرور انجام دیا کہ بیشمار بکھری ہوئی احادیث کو فن تنقید کے معیاروں پر کس کر کھرے سے کھوٹا الگ کر دیا۔ ان حضرات کے پاس سابقہ تحریری مجموعے موجود تھے، جن کی تفصیل بعد کے کسی موقع کے لئے اٹھا رکھتے ہیں، اور جن شیوخ سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کے پاس بھی موجود تھے سو ان مولفین کی مرتب کردہ احادیث انہی مجموعوں سے اخذ کردہ تھیں۔ امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں جو بھی احادیث نقل کیں وہ ان سے پہلے عرب محدثین اپنے نسخوں میں نقل کر چکے تھے۔ موطا امام مالک کی تقریباً ہر حدیث بخاری و مسلم میں مسند موجود ہے، اسی طرح سے صحیفہ ہمام ابن منبہ بھی بخاری و مسلم اور دیگر صحاح ستہ کی کتب میں موجود ہے اور اسی طرح سے مسند احمد جس کے مولف عربی النسل امام احمد بن حنبل تھے اسی کی احادیث کو امام بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں اپنی سند سے نقل کیا ہے۔ سو اس امت میں احادیث ہمیشہ سے رواج پذیر تھیں اور ان ہی کی روشنی میں صحابہؓ، تابعین اور خیر القرون کے مسلمان دینی احکام اخذ کیا کرتے تھے۔

اور یہ لوگ اھل قرآن بھی نہیں اور نہ ہی قرآن پر عمل کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ایک سو سے زائد آیات میں نبی مکرم صلی اللہ تعالی وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ کی اطاعت کواللہ تعالی کی اطاعت قرار دیا ہے ۔ اور ایک بھی آیت نہیں ہے جس میں احادیث نبوی پر عمل درآمد سے روکا گیا ہو۔

اسی کے بارہ میں فرمان ہے

"جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالی کی ہی اطاعت کی اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا" سورہ النساء :80

بلکہ قرآن پر چلنے والے کا دعوی کرنے والوں کو تو قرآن یہ کہتا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ترک کی اور ان کا حکم نہ مانا تووہ مومن ہی نہیں ہے ۔اللہ تعالی نے اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے

"قسم ہے تیرے رب کی ! یہ اس وقت مومن ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلافات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم نہ مان لیں ، پھر آپ جو فیصلہ فرما دیں اس کے متعلق وہ اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور اسے فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں"

سورہ النساء : 65

منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ حدیث میں موضوع احادیث داخل کر دی گئیں ہیں یہ قول اس لیے مردود ہے کہ اس امت کے علماء نے احادیث کو ہر قسم کی داخل ہونے والی دوسری اشیاء سے بہت سخت حفاظت کا اہتمام کیا ہے ، حتی کہ انہوں نے راوی کے صدق میں شک اور اس کے بھول جانے کے احتمال کو بھی حدیث کے رد کرنے کا سبب قرار دیا ہے اور اس کی حدیث قبول نہیں کی ، اور امت مسلمہ کے دشمن بھی اس کے معترف ہیں کہ امت محمدیہ کے علاوہ کوئی دوسری اور امت ایسی نہیں جس نے اسناد کی چھان بین کی ہو اور پھر خاص کر جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات بیان کی گئی ہیں اس میں بہت ہی زیادہ اہتمام ہے ۔اور حدیث پر عمل کے وجوب کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس بات کی معرفت ہوکہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ہی کافی سمجھتے تھے کہ دعوت کے لیے صرف ایک ہی صحابی کو بھیجا جائے جو کہ اس بات پر دلالت ہے کہ خبرواحد بھی بھی عمل کرنا واجب ہے جبکہ وہ ثقہ ہو ۔ پھر ہم ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ آیات کہاں ہے جس میں نماز کی کیفیت بیان کی گئی ہے ، اور یہ کہ پانچ نمازیں فرض ہیں ، اور زکاۃ کا نصاب کونسی آیات میں ہے ، اور حج کی تفصیل کہاں ہے ، اور اس کے علاوہ دوسرے احکام جو کہ حدیث نبوی علاوہ جانے ہی نہیں جا سکتے ۔

بحمد اللہ تعالی آج اگر کوئی آدمی انکار حدیث کرتا ہے تو بعض لوگ اس انکار کو حدیث کی گستاخی سمجھتے ہیں اور بعض شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، الحمدللہ اللہ گواہ ہے کہ جب بھی منکرین حدیث ،حدیث کا انکار کرتے ہیں تو ہمارے نزدیک حدیث کی رفعت، بڑھ جاتی ہے اور اس بارہ میں ایمان پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔اس لیے کہ صدیوں پہلے صادق و امین مخبر صادق ﷺ نے اس کی پیشین گوئی فرمائی تھی اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا

آپ ﷺ نے فرمایا

يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ

”عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا، اسے میری کوئی حدیث سنائی جائے گی تو وہ کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ ہمیں اس میں جو چیز حلال ملے گی اسے حلال سمجھیں گے اور جو چیز اس میں حرام ملے گی اسے حرام جانیں گے۔ آگاہ رہو! جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام فرمایا، وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ کا حرام کردہ ہے“
سنن الترمذی رقم : 2664، سنن ابن ماجہ: رقم: 12 و سندہ حسن و صححہ الحاکم

ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب